SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Thursday March 12, 1992

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at ten of the clock in the morning, with Madam Deputy Chairman (Dr. Noor Jehan Panezai) in the Chair.

RECITATION FROM THE HOLY QUR'AN

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شَهْرُ
رَمَضَانَ الَّذِیٓ أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْءَانُ هُدًى لِّلنَّاسِ
وَبَيِّنَٰتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ
فَلْيَصُمْهُ ۖ وَمَن كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ
أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ
الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا
هَدَىٰكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿١٨٥﴾

ترجمہ: (روزں کا مہینہ) رمضان کا مہینہ (ہے) جس میں قرآن (اوّل اوّل) نازل ہوا جو لوگوں کا رہنما ہے اور (جسمیں) ہدایت کی کھلی نشانیاں ہیں اور (جو حق و باطل) کو الگ الگ کرنیوالا ہے تو جو کوئی تم میں سے اس مہینے میں موجود ہو چاہیئے کہ پورے مہینے کے روزے رکھے اور جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں (رکھ کر) اُن کا شمار پورا کرلے خدا تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور سختی نہیں چاہتا۔ اور (یہ آسانی کا حکم) اسلیئے (دیا گیا ہے) کہ تم روزوں کا شمار پورا کرلو اور اس احسان کے بدلے کہ خدا نے تم کو ہدایت بخشی ہے تم اس کو بزرگی سے یاد کرو اور اس کا شکر کرو۔

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Thursday March 12, 1992

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at ten of the clock in the morning, with Madam Deputy Chairman (Dr. Noor Jehan Panezai) in the Chair.

RECITATION FROM THE HOLY QUR'AN

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شَهۡرُ

رَمَضَانَ الَّذِیۡٓ اُنۡزِلَ فِیۡهِ الۡقُرۡاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ

وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الۡهُدٰی وَالۡفُرۡقَانِ ۚ فَمَنۡ شَهِدَ مِنۡکُمُ الشَّهۡرَ

فَلۡیَصُمۡهُ ؕ وَمَنۡ کَانَ مَرِیۡضًا اَوۡ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنۡ

اَیَّامٍ اُخَرَ ؕ یُرِیۡدُ اللّٰهُ بِکُمُ الۡیُسۡرَ وَلَا یُرِیۡدُ بِکُمُ

الۡعُسۡرَ وَلِتُکۡمِلُوا الۡعِدَّةَ وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰی مَا

هَدٰىکُمۡ وَلَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ ﴿۱۸۵﴾

ترجمہ: (روزوں کا مہینہ) رمضان کا مہینہ (ہے) جس میں قرآن (اوّل اوّل) نازل ہوا جو لوگوں کا رہنما ہے اور (جسمیں) ہدایت کی کھلی نشانیاں ہیں اور (جو حق و باطل) کو الگ الگ کرنیوالا ہے تو جو کوئی تم میں سے اس مہینے میں موجود ہو چاہیئے کہ پُورے مہینے کے روزے رکھے اور جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں (رکھ کر) اُن کا شمار پورا کرلے خدا تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور سختی نہیں چاہتا۔ اور (یہ آسانی کا حکم) اسلیئے (دیا گیا ہے) کہ تم روزوں کا شمار پورا کرلو اور اس احسان کے بدلے کہ خدا نے تم کو ہدایت بخشی ہے تم اس کو بزرگی سے یاد کرو اور اس کا شکر کرو۔

POINT OF ORDER

میڈم ڈپٹی چیئرمین: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب منظور گچکی صاحب آن پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب منظور احمد گچکی: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب چیئرمین صاحبہ آج پھر پریس میں ایک خبر آئی ہے خاص طور پر نوائے وقت میں' اس کے حوالے سے جناب گوہر ایوب صاحب نے پرائم منسٹر صاحب کو ایک لیٹر لکھا ہے یا کوئی representation دی ہے۔ اس ٹائپ کی خبر ہے جس میں اس نے کہ سینٹ کے مسئلے پر ان کا جو پرانا stand ہے اس کو انہوں نے repeat کیا ہے اور اس نے سینڈنگ کمیٹیوں کو بھی چیلنج کیا ہے۔ سینٹ کے اپنے قانونی role کو بھی چیلنج کیا ہے اور اس نہ آرٹیکل (۹۱) سب آرٹیکل (فور) کا حوالہ دیا ہے۔ اس سلسلے میں' میں نے لیڈر آف دی ہاؤس سے request کی تھی کہ خدا کے لئے اس کو Move کیا جائے میں سمجھتا ہوں کہ جناب والا! یہ سینٹ کے خلاف مکمل طور پر سازش ہے اور یہ باقاعدہ کسی ذریعے سے کہلوایا گیا ہے۔ اس institution کو اس طریقے سے disputed بنایا جائے کل اگر کوئی شخص غلط اقدام کرے تو وہ اپنے اس غلط اقدام کو justify کرے ان حوالوں سے۔

جناب والا! مجھے نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے یہ جو سینٹ اور نیشنل اسمبلی کے درمیان tension پیدا ہو گئی ہے اس میں ایک ایسے شخص کا ہاتھ ہے جو کسی بھی لحاظ سے جمہوری روایات کا پابند رہا ہے اور نہ رہے گا اس کی تاریخ جناب والا! شاہد ہے اس نے ہمیشہ جمہوری روایات کو پامال کیا ہے بلکہ اس حد تک ہم آج سندھ میں جو situation دیکھ رہے ہیں اس کی ذمہ داری اسی پر ہے۔۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: منظور صاحب! اب آپ اس کی تشریح نہ کریں۔

جنابمنظور احمد گچکی: میں سمجھتا ہوں کہ اس کو ہاؤس صحیح طریقے سے Tackle کرے یہ ہمارا استحقاق نہیں بلکہ اس ملک کا استحقاق مجروح ہوا ہے اور یہ permanent ادارہ ہے جس کی اس نے بے عزتی کی ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: آپ تشریف رکھیں۔ میرے خیال میں چوہدری شجاعت صاحب جو کمیٹی کے چیئرمین ہیں ان سے پوچھتے ہیں یا ان کو بلوا لیتے ہیں ان کی جو میٹنگ ہوئی ہے اس کی رپورٹ کیا ہے اس کے بعد جو بھی ہم نے ایکشن لینا ہو گا وہ کرینگے۔

جناب منظور احمد گچکی: کمیٹی کی رپورٹ سے پہلے اس نے سٹیٹ منٹ دے دیا ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: چیئرمین تو وہی ہیں ان کی رپورٹ آنے دیں جناب محمد علی خان صاحب آن پوائنٹ آف آرڈر۔ اشتیاق صاحب تشریف رکھیں۔

جناب محمد علی خان: محترمہ چیئرپرسن صاحبہ! آج کا اخبار نوائے وقت ابھی تک میری نظروں سے گزرا نہیں ہے لیکن جس طرح میرے بھائی نے ابھی فرمایا تو یقیناً یہ بات درست ہو گی کیونکہ انہوں نے پڑھ کر پھر ایوان میں آکر یہ بیان دیا ہے۔ پہلی مرتبہ جب یہ چیز ہمارے سامنے آئی اور یہاں معزز سینیٹرز حضرات نے اس پر شور اٹھایا تو دوسرے دن اخبار میں آیا کہ سپیکر صاحب اپنے کئے پر نادم ہیں اور انہوں نے خود فرمایا کہ میں سینیٹرز کی بہت زیادہ تکریم و تعظیم کرتا ہوں اور وہ میرے بڑے قابل عزت لوگ ہیں اب جس بیان کا انہوں نے آپ کے سامنے حوالہ دیا اگر واقعی ایسی چیز ہوئی ہے تو اس ضمن میں ہم انشاءاللہ چوہدری صاحب کی خدمت میں عرض کرینگے کہ وہ کمیٹی بیٹھی ہے۔ یہ ایک چیز میرے سامنے آئی ہے۔ that Gohar takes a dim view of Senate's role and with your permission Madam, I would like to read this in the House. Speaker, National Assembly, Gohar Ayub Khan has observed that the term 'Upper House' should not be used for the Senate of Pakistan. According to sources in the Prime Minister House, requesting anonymity, in a written report on the constitutional role of the Parliament regarding

accountability of the executive, he said, a supervisory role of the National Assembly over the executive has been recognized in the Constitution on which a system of accountability of the government and supervision by the Parliament can be based. Gohar Ayub Khan stated that Clause 4 of Article 91 of the Constitution reads;

"the Cabinet together with the Ministers of State shall be collectively responsible to the National Assembly. He said, the supervisory role of the Senate over the Executive has not been envisaged in the Constitution as the Cabinet has not been made responsible to it. Th Speaker said a mode of accountability is the system of questions from the Ministers. He was of the view that the Question Hour in the Senate would lose the legal justification if the object of questions is taken to be the accountability of the Government alone. Another object of these questions and answers is also recognized in the Parliamentary system and that is just to elicit information he said. He said, the House of Parliament which has no role in respect of accountability of the Executive would not have a legal authority to compel a Minister to furnish a required information whereas the House having the Constitutional role in this regard is authorized to force a Minister to provide information.

In this connection I would like to bring to your notice Madam, that Parliament consists of two Houses-the Lower House and the Upper House and the Senate is to Upper House and whoever tries to deny the status of Senate as an Upper House is, I am sure, lives in fools' paradise. We would again Insha Allah, talk to the Minister concerned who has taken up this case not to take it up lightly but to see it and study it in great depth and, Insha Allah, in the meantime, the Chairman Senate will also be coming so we will hold a meeting with the Chairman Senate and we will decide what action to take lateron. I thank you, Madam.

Madam Deputy Chairman : Now Ch. Amir Hussain will you please tell us about the statement of Gohar Ayub ?

Syed Iqbal Haider : Madam Chairperson, my humble suggestion is that this is a very sensitive issue of the Senate status and the various utterances being announced by the National Assembly Members but unfortunately, if we debate it in the press or in the House it will have a very negative reflection, whether Mr. Gohar Ayub has acted responsibly or irresponsibly, if we react to his irresponsible statements then we are

only serving his purpose because it is the honour of the entire Parliament which has to be upheld and maintained in the eyes of public. I would not like the people of Pakistan or the foreigners to receive any such impression that there is some tussle between the Senate and the National Assembly. I think we will serve the cause of the democracy if we discuss this issue in the joint meeting, which has already been constituted and we should avoid discussing it here. This is my humble suggestion.

اخونزادہ بہرور سعید: محترمہ! آج یہ خبر میں نے بھی پڑھی یہ میرے خیال سے جناب محترم کپتان سپیکر صاحب کی تیسری کوشش ہے جو کہ سینٹ کو عوام کی نظروں سے گرانے کے مترادف ہے جناب I am not prepared to hear to the dictates. جناب یہ اپر اور لوئر ہاؤس کا جھگڑا' میں نے ۱۴ سال ہو چکے ہیں نہ کبھی ہوا اور نہ سنا ہے ہاں ایک گورنمنٹ کے دوران یہ کوشش کی گئی تھی کبھی جلسوں میں اور کبھی میٹنگز میں مگر سپیکر صاحب پتہ نہیں کس وجہ سے اس ہاؤس سے ناراض ہیں کہ وہ کسی طریقے سے یہ برداشت نہیں کرتے کہ یہ اپر ہاؤس ہے۔ کوئی ضروری بات نہیں ہے کہ آئین میں یہ لکھا جائے کہ یہ اپر ہاؤس ہے اور یہ لوئر ہاؤس ہے۔ دماغ بھی انسان کو خدا نے دیا ہے کہ وہ اس سے بھی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ موازنہ کریں۔ جناب آج بھی یہ جو چیز آئی ہے میرا خیال یہ ہے اور میری تجویز یہ ہے کہ اس کو اس ہاؤس میں discuss کیا جائے اور اس پر سخت سے سخت ایکشن لیں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: شکریہ جی جناب منظور گچکی صاحب۔

جناب منظور احمد گچکی: محترمہ! میں اتنا عرض کروں گا اور جس طرح دوسروں نے بھی کہا کہ یہ ہاؤس federating units کا محافظ ہے یعنی پورے پاکستان کا محافظ ہے۔ اس کے بارے میں اس قسم کی رائے رکھنا میں سمجھتا ہوں یا تو دانستہ ہے یا سمجھ میں نہیں آتا۔ پہلی بات یہ ہے کہ اگر اُسے کمیٹی کی پرواہ ہوتی تو وہ کمیٹی کے فیصلے سے پہلے اس قسم کی رائے

نہ رکھتا یا اس طرح پریس میں نہ دیتا۔ بد قسمتی جناب والا! یہ ہے کہ سینٹ کے بارے مں جو federating units کا محافظ ہے اس سے پہلے بھی اس قسم کی رائے کا اظہار کیا گیا اور یہ کوشش کی گئی اور جس آرٹیکل کا حوالہ جناب گوہر ایوب نے دیا ہے اس آرٹیکل کا حوالہ کسی اور شخص نے بھی نیشنل اسمبلی کے فورم پر دیا تھا جو اُدھر سے انہوں نے pick کر لیا اور اس کو بہانہ بنا کر اسے اچھال دیا۔ اور اس حد تک کہ کمیٹیاں کیوں function کر رہی ہیں۔ جناب سینیٹ کی کمیٹیاں صحیح function کر رہی ہیں۔ اس میں آپ کو کیا تکلیف ہے۔ آپ کا حال تو یہ ہے کہ ابھی تک اکاؤنٹ کمیٹی آپ کی بنی ہی نہیں اور نیشنل اسمبلی کا حال یہ ہے۔ جب یہاں پر لوگ کام کرنا چاہتے ہیں کام کر رہے ہیں اور ذمہ داری سے کر رہے ہیں۔ تو اس کا کسی کو کریڈیٹ ملنا چاہیئے لیکن مجھے یہ لگتا ہے کہ اس ہاؤس کے بارے میں دانستہ طور پہ ملی بھگت سے یہ بیان بازی ہو رہی ہے اور اس میں اُن لوگوں کا بھی ہاتھ ہے جو سمجھتے ہیں کہ سینٹ بے کار ادارہ ہے۔ شکریہ!

میڈم ڈپٹی چیئرمین: شکریہ جناب ڈاکٹر بشارت الٰہی صاحب۔

Dr. Basharat Ellahi : Thank you very much Madam Chairperson.

Two questions arise here today.

(1) Should we give an importance to the statements of one person against this whole House of the Parliament ?

(2) Do we need to react with reduced responsibility to the irresponsible statements of one person ?

I think on this issue I will request my honourable colleagues not to give any importance to these irresponsible statements of one person.Nevertheless, the approach that we have taken is to wait for our Chairman to come back and to meet him, to discuss the issue with him and give him the fullest backing on our part to resolve this issue and to support him in whatever justified action he wants to take in this regard. I thank you, Madam Chairman.

<u>میڈم ڈپٹی چیئرمین:</u> شکریہ جی! عبدالرحیم خان مندوخیل صاحب آن پوائنٹ آف آرڈر۔

<u>جناب عبدالرحیم خان مندوخیل:</u> محترمہ چیئرمین! یہ مسئلہ پچھلے دنوں میں زیر بحث آیا اور اس میں کم از کم میں نے اس موقع کے لحاظ سے بات نہیں کی تھی۔ اس میں ہمیں یہ محسوس ہوا کہ کوئی پرسنل مسئلہ تو نہیں ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ جو بیان آج issue ہوا ہے سینٹ کا مسئلہ جیسے ہمارے دوستوں نے کہا یہ federating units کا مسئلہ ہے۔ ہمارے ملک میں پارلیمنٹ اس کے اختیارات اور پھر بالخصوص federating units ان کی نمائندگی یہ ۷۳ء کے آئین میں بڑی مشکل سے 'ملک کو بڑے نقصان کے بعد' یہ فیصلہ ہوا ہے۔ اس سینٹ کے مسئلے میں ہمارے بزرگ یہاں فرماتے ہیں کہ اسکے متعلق ایک شخص کے غیر ذمہ دارانہ بیان کو اس طرح serious ہم نہ لیں۔ اگر ہم اس کو serious نہ لیں تو آہستہ آہستہ سینٹ کے اختیارات پر federating units کی نمائندگی پر 'ان کے اختیارات پر اُس کا اثر پڑے گا۔ اس لئے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس مسئلے کو بڑا serious لیا جائے بڑا serious یہ federating units کا مسئلہ ہے یہ اور بات ہے کہ اس کا طریقہ کیا اختیار کیا جائے اس بارے میں میری یہ تجویز ہے کہ جب چیئرمین صاحب تشریف لائیں تو ان کے ساتھ ہم اس کے بارے میں بات کریں کہ ایسے غیر ذمہ دارانہ بیانات سے لوگوں کو روکا جائے۔

<u>میڈم ڈپٹی چیئرمین:</u> جناب طارق چوہدری صاحب آن پوائنٹ آف آرڈر۔ بس آپ آخر پر بولیں تاکہ پھر چوہدری صاحب جو کہنا چاہیں وہ کہہ دیں۔

<u>جناب محمد طارق چوہدری:</u> محترمہ چیئرپرسن صاحبہ! میں صرف یہ عرض کرنا چاہ رہا ہوں کہ پچھلے کافی عرصہ سے سینیٹ کے خلاف ایک مہم چلائی جا رہی ہے۔ یہ آج کی بات نہیں ہے۔ اور اس کے ذمہ دار صرف گوہر ایوب صاحب ہی نہیں ہیں' بلکہ ان سے بھی

زیادہ ذمہ دار وہ لوگ ہیں جو وزارت عظمیٰ پر بیٹھے ہوئے تھے تو اس وقت سے سینیٹ کے خلاف یہ مہم مسلسل جاری ہے اور یہ سوچی سمجھی مہم ہے کیونکہ سینٹ غیر جمہوری قوتوں کے سامنے ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ ایک پہاڑ کی طرح کھڑی ہے۔ لیکن ہمیں غیر ضروری اور عجلت میں اپنے رد عمل کا اظہار نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ بات ہمارے علم میں آئی ہے کہ جب سے سپیکر نے یہ رویہ اختیار کیا ہے خود نیشنل اسمبلی میں اس کا مناسب رد عمل موجود ہے۔ ہمیں اس tussle کو نیشنل اسمبلی اور سینیٹ کی tussle نہیں بنانا چاہیئے۔ ہمیشہ جہالت کا جواب خاموشی سے دیا جائے تو یہ زیادہ بہتر ہوتا ہے۔ اور ہم بجائے اس ایوان میں اس پر رد عمل ظاہر کرنے کے ہم منظّم طریقے سے خود قومی اسمبلی کے ممبروں کو ان کی سلامتی کا مسئلہ سمجھائیں تو میرا خیال ہے کہ یہ گیند انہی کے کورٹ میں ہے۔ انہی کو کھیلنے دیں اور وہ خود اس کا نوٹس لے رہے ہیں۔ سنجیدگی سے لے رہے ہیں اور اس کا مناسب تدارک بھی ہو جائے گا۔ لیکن ہماری طرف سے غیر ضروری رد عمل ان کو بھی سامنے مقابلے پر کھڑا کر سکتا ہے۔ اس لئے ہمیں تحمل خاموشی اور بردباری سے کام کرنا چاہیئے۔ سوچ سمجھ کر اندر کمرے میں بیٹھ کر اس کے اوپر کوئی strategy واضع کرنی چاہیئے۔ روز شور ڈالنے سے اسی کا purpose حل ہو رہا ہے۔ ہم جب اس کا رد عمل ظاہر کرتے ہیں تو اسی کے مقاصد کو تقویت دیتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ اس کے مقاصد کیا ہیں تو پھر ہم اس کے مقاصد کو جانتے ہوئے پھر کیوں اسے support کریں۔

<u>میڈم ڈپٹی چیئرمین:</u> شکریہ چوہدری امیر حسین صاحب۔

<u>چوہدری امیر حسین:</u> محترمہ! سینیٹ اور قومی اسمبلی کا ایک role ایک مقام متعین ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ سینیٹ کا role ہے اور یہ continuous ادارہ ہے۔ ساری یہ فیڈریشن کی پوری نمائندگی کرتا ہے۔ میں گزارش کرتا ہوں کہ یہ ان کا personal view ہے۔ میں نے خبر پڑی۔ یہ جو statement کہا جا رہا ہے۔ اصل میں

"......according to sources from the Prime Minister House requesting anomymity in written report on the constitutional role of Parliament regarding accountability and Executive and supervisory role of the N.Assembly"......

جیسے اس خبر سے ظاہر ہوتا ہے یہ انہوں نے کوئی' رپورٹ بھیجی ہے پرائم منسٹر صاحب کو۔ یہ سٹیٹمنٹ نہیں ہے۔ اور یہ ان کا پرسنل view ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں اور فاضل ممبران نے بڑا اچھا یہ فرمایا کہ ایک تو پرائم منسٹر صاحب نے کمیٹی بنائی ہے جس کی کل میٹنگ ہوئی۔ اور اس Honourable House اور نیشنل اسمبلی کے ممبران اس میں موجود ہیں۔ اور اس کمیٹی کے سامنے جو معاملات اس وقت ہیں ان کو ویسے بھی مناسب نہیں کہ اس ایوان میں یا نیشنل اسمبلی میں discuss کیا جائے۔ اور دوسرا یہ ہے کہ یہ بھی وہاں ہوا کہ چیئرمین صاحب تشریف لاتے ہیں۔ چیئرمین صاحب سے بھی کمیٹی ملاقات کرے گی۔ سپیکر صاحب سے بھی ملاقات کرے گی اور یہ معاملہ resolve ہو جائے گا۔ جیسا کہ یہاں فاضل ممبران کی طرف سے فرمایا گیا کہ اگر اسے ہم یہاں زیادہ ڈسکس کرتے ہیں تو مزید کوئی پیچیدگی پیدا ہوگی' آئین میں جو سینیٹ کا role ہے اسے نہ کوئی کم کر سکتا ہے اور نہ زیادہ کر سکتا ہے وہ ہے۔ کسی کے کہنے سے کم نہیں ہوگا اور پارلیمنٹ میں پریذیڈنٹ' سینیٹ اور قومی اسمبلی سارے آتے ہیں۔ اور پارلیمنٹ کے تقدس کو بحال رکھنا چاہیئے۔ ہم سب کا یہ فرض ہے اور ہم سب کا اس میں بھلا بھی ہے تو یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی رپورٹ پہلے کی انہوں نے دی ہو۔ یہ کمیٹی کے بننے سے پہلے یا کمیٹی کی میٹنگ سے پہلے۔ جو اپنے sources سے اخبار نے یہ خبر دے دی ہے۔ یہ ان کا کمیٹی کی میٹنگ کے بعد کوئی سٹیٹمنٹ نہیں۔ پہلے کی شاید کوئی رپورٹ گئی ہو جس کا حوالہ دیا گیا ہے یعنی گزارش یہ کرنی ہے کہ اسے جیسا کہ طارق چوہدری اور ڈاکٹر بشارت الٰہی صاحب نے فرمایا کہ اسے اب ہم اسی جگہ رہنے دیں چیئرمین صاحب تشریف لے آتے ہیں ان سے بھی کمیٹی ملاقات کرے گی اور سپیکر

صاحب سے بھی ملاقات کرے گی اور اس معاملہ کو مزید نہ بڑھایا جائے اور اسے مزید discuss نہ کیا جائے انشاءاللہ یہ حل ہو جائے گا۔

<u>میڈم ڈپٹی چیئرمین:</u> چوہدری عبدالغفور صاحب آپ بھی کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

<u>چوہدری عبدالغفور:</u> جی میں بھی اسی کی تائید چاہتا ہوں کہ یہ واقعی صحیح ہے کہ جہاں تک پارلیمنٹ کے ایک اہم رکن ہونے کی حیثیت سے سینیٹ کا ایک role ہے۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن اگر ہم خبر کو بنیاد بنا کر یہاں ایسی تقاریر شروع کر دیں۔ یہ درست فرمایا طارق چوہدری اور ڈاکٹر صاحب لیڈر آف دی ہاؤس اور میرے محترم دوست اقبال حیدر صاحب نے بجائے اس کے کہ ہم ایک درسرے پر کیچڑ اچھالنا شروع کر دیں تو یہ صحیح نہ ہو گا دونوں اداروں کا آئینی رول ہے یہ interpertation کا سوال ہے یہ اندر بیٹھ کر بھی کیا جا سکتا ہے اور اسے in camera بھی discuss کرنا ہو تو کیا جا سکتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ دونوں ایوانوں میں اس طرح سے confrontation کی فضا پیدا کرنا اور اس طرح سامنے اسے discuss کرنا مناسب نہیں ہے۔ اور ابھی یہ بھی confirm نہیں ہے کہ یہ sources جن کی بناء پر کہا گیا ہے کہ sources ہے۔ جبکہ ابھی کسی ایسی بات کا ہونا confirm نہیں ہے۔ اس کے لئے ایک کمیٹی موجود ہے۔ اور اگر اس سے زیادہ آگے جانے کی ضرورت پڑی۔ چیئرمین صاحب واپس آ رہے ہیں اور اسے میرا خیال ہے کہ unicably resolve کرنا چاہیئے اور interpretation of the Constitution is required اس کے لئے کسی کے کہنے سے 'یہ صحیح فرمایا کہ کم یا زیادہ نہیں کر سکتے۔ اس لئے مناسب یہی ہے کہ اسے pend کیا جائے اور اسے اس طریقے سے یہاں زیر بحث نہ لایا جائے۔

<u>میڈم ڈپٹی چیئرمین:</u> میں بھی یہی سمجھتی ہوں کہ کمیٹی کی رپورٹ اور چیئرمین صاحب کی واپسی کے بعد ہم اس مسئلہ کو دیکھیں گے کہ کس طرح اسے حل کیا جا سکتا ہے۔

شکریہ!

LEAVE OF ABSENCE

میڈم ڈپٹی چیئرمین: جناب ڈاکٹر بشارت الٰہی صاحب علالت کی بنا پر مورخہ ۸ تا ۱۰ مارچ اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے اس لئے انہوں نے ان تاریخوں کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں۔

(رخصت منظور کی گئی)

PRIVILEGE MOTIONS

میڈم ڈپٹی چیئرمین: Next item تحریک استحقاق۔ سید عبداللہ شاہ صاحب نمبر ۳۲۔ لیکن پہلے دیکھ لیجیئے کہ متعلقہ وزیر یہاں موجود ہیں۔

سید عبداللہ شاہ: میں اسے پیش کر دیتا ہوں۔ Let it become property of the House.

میڈم ڈپٹی چیئرمین: آپ اسے پیش کر دیں۔

سید عبداللہ شاہ: میں اسے پڑھ لیتا ہوں اور پھر آپ اسے منسٹر صاحب کے آنے تک رکھ سکتے ہیں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: آپ پیش کر دیں۔

(i) RE : THE PAYMENT OF SALARIES TO THE EMPLOYEES

Syed Abdullah Shah : Thank you Madam Chairperson.

I beg to move the following privilege motion under rule 61 of the Rules of Procedure and Conduct, namely :-

The Minister of Information by his statement in the House on 4-3-92 and that the salaries upto November, 19 have been paid to the

employees. The statement is deliberately and forcefully made in the House, once again to mislead and cheat the House. By this deceptive statement the privilege of the House as well as my own privilege has been breached.

I annex statement of Mr. Saeedullah, Joint Secretary of the Pakistan Times Union, Islamabad.

میڈم ڈپٹی چیئرمین: چوہدری امیر حسین صاحب۔

چوہدری امیر حسین: محترمہ چونکہ یہ تحریک استحقاق اس سٹیٹمنٹ کی بناء پر آئی ہے جو کہ وزیر اطلاعات نے ایوان میں دی۔ آج وہ موجود نہیں ہیں۔ اس لئے اسے defer فرمایا جائے next working day پر۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: سید عبداللہ شاہ صاحب! اسے پھر اتوار تک defer کر دیں؟

سید عبداللہ شاہ: جیسے آپ کی مرضی۔ لیکن اگر منسٹر صاحب آ جاتے ہیں۔ تو ابھی اس کو لے لیں گے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: آ جائیں تو لے لیں گے نہیں تو defer کر دیتے ہیں اتوار تک۔ Next item No. 2 ڈاکٹر ریحان صاحب۔

Syed Iqbal Haider : No Madam here is another privilege motion.

میڈم ڈپٹی چیئرمین: نہیں جی۔ آج پہلے منسٹر صاحب نے اطلاع کر دی ہے۔ He is in Lahore, he is not here. وہ اتوار تک آئیں گے۔

سید اقبال حیدر: اچھا جی۔

(ii) *RE:* THE REPORTING OF PTV

سید عبداللہ شاہ: محترمہ یہاں اس ایوان میں بار بار پاکستان ٹیلی ویژن کی شکایت ہوتی رہی ہے اور اس میں اصلاح کی مجھے کوئی امید نظر نہیں آ رہی کل جو یہاں پر کارروائی ہوئی

تھی اس میں ہم نے جو ترامیم پیش کی تھیں۔ اور وہ ایوان میں مسترد ہو گئی تھیں ان کا خبروں میں قطعاً کوئی ذکر ہی نہیں ہوا اور نہ صرف ہمارے ساتھ زیادتی ہوئی بلکہ حکومت نے جو بل پاس کرایا اس میں یہ تھا کہ تین ممبران کا tribunal صرف ایک ہو گا لیکن ٹیلی ویژن نے کہا کہ نہیں جی وہی تین برقرار رہیں گے۔ میں اتنا ان کے اوپر گراں پڑ گیا ہوں کیا بات ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: کوئی ان کا آپ کے ساتھ ذاتی عناد تو نہیں۔

سید عبداللہ شاہ: واللہ اعلم' یا یہ بھی ہو سکتا ہے میں لالیکا صاحب کے خلاف تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں وہ ان کو کچھ احکامات دے رہے ہیں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: شاہ آج یہاں وزیر اطلاعات نہیں ہیں اور قائمہ کمیٹی کے چیئرمین فصیح اقبال صاحب بھی نہیں ہیں لیکن پھر بھی میں کہتی ہوں کہ reporting صحیح ہونی چاہیئے۔ چوہدری امیر حسین صاحب! آپ یہ پوائنٹ نوٹ کرلیں کہ reporting صحیح کر دی جائے۔ پریس والوں نے سن لیا ہو گا۔

چوہدری امیر حسین: پریس والے بھی سن رہے ہیں الیکٹرانک میڈیا والے بھی سن رہے ہیں reporting صحیح ہونی چاہیئے' اور تمام معزز اراکین برابر ہیں سب کو دکھانا چاہیئے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: نہیں سید عبداللہ شاہ صاحب کو خاص طور پر کہ انہی کو زیادہ شکایت ہے۔

سید اقبال حیدر: جناب سب کو شکایت ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: جو ان کو ہے وہ کسی اور کو یہ نہیں ہونا چاہیئے۔

چوہدری امیر حسین: یہ نہیں ہونا چاہیئے اور میں منسٹر صاحب کو بھی گزارش کروں گا۔ کہ یہ تحریک استحقاق جو یہاں پیش ہوئی ہے اس کی میرے پاس کوئی نوٹس نہیں تھا عام طور پر طریقہ کار یہ ہے کہ پارلیمانی امور کے منسٹر کو اور وزیر قانون کو جو تحریک استحقاق ہوتی ہے اس کی نقل دے دی جاتی ہے تاکہ ہم بھی اس کو دیکھ لیا کریں ہو سکتا ہے یہ دفتر کی

وجہ سے مس ہو گیا ہو لیکن آئندہ کے لئے یہ کاپیاں ہمیں بھی ذرا مل جایا کریں۔ ہمیں بھی پتہ ہو کہ یہ تحریک استحقاق یا تحریک التوا آرہی ہے' میں نے وزیر قانون سے بھی پوچھا ان کے پاس بھی نہیں ہے میرے پاس بھی نہیں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: چوہدری صاحب یہ کاپی ساروں کو گئی ہوئی ہے آپ اپنے آفس میں پتہ کرلیں کہ ابھی تک آپ کو کیوں نہیں ملی۔

سید عبداللہ شاہ: محترمہ جو role ۱۴۱ میں provision ہے the provide that Chairman may if he is satisfied about the urgency of the matter, allow a question of privilege to be raised anytime during the course of a sitting after the disposal of the questions. سو دو گھنٹے یا چار گھنٹے کی بات نہیں اگر urgency ہے تو چیئرمین کو اختیار ہے وہ کسی وقت بھی تحریک استحقاق لے سکتا ہے اور اس کا نوٹس ان کو گیا ہے اور ہم نے پھر کہا ہے کہ we can wait till the honourable Minister comes.

چوہدری امیر حسین: یہ تو provision ہے اور ایک سو ایک دفعہ یہاں پڑھی گئی ہے بلکہ یہ ہے کہ کسی بھی مرحلے پر تحریک استحقاق پیش کی جا سکتی ہے میں تو یہ بات ہی نہیں کر رہا جس کا آپ جواب دے رہے ہیں میں نے کہا اگر کاپی مل جائے آپ نے کہا ہے کہ دفتر میں گئی ہوئی ہے میں بھی چیک کروں گا بہر حال اگر یہ کاپی ہمیں مل جائے تو بہتر ہے اگر at the moment آپ move کرتے ہیں تو کاپی مل ہی نہیں سکتی I have no dispute about that.

میڈم ڈپٹی چیئرمین: اقبال حیدر صاحب۔

Syed Iqbal Haider : Thank you Madam Chairperson, I wanted to draw your kind attention to a serious handicap that we all Senators have suffered during this session because on account of the debate on the presidential address, not only the questions have been deferred but also the motions have been deferred. My humble request is that all those pending questions and motions which could not be taken up in this

session may be allowed to remain valid for the next session without the formality of presenting them again because it will be very much fair that those important questions which we have already filed and the motions are not allowed to be lapsed because there are only three days left.

Madam Deputy Chairman : This is no point of order, if you want, you can give fresh questions.

Syed Iqbal Haider : You can suspend the rule for this.

Chaudhry Abdul Ghafoor : Point of order, I want to be on record. کہ یہ جو غلط رپورٹنگ کی بات ہو رہی تھی کیوں کہ اس کے بعد پھر منسوب کیا جاتا ہے اس کو ریفر کر کے then further action can be taken پرسوں جو بہرہ ور سعید صاحب کی تقریر کے دوران state land کے متعلق اور جاگیرداریوں کے متعلق اور states کا رول اور اس میں جاگیرداریاں کس طرح لوگوں کو دی گئیں اس کے متعلق میرا بیان بھی جو اخبارات میں آیا وہ غلط چھپا ہے اور میں صرف ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں تا کہ اسی کو بنیاد بنا کر اس کو مزید شروع نہ کیا جائے۔

<u>میڈم ڈپٹی چیئرمین:</u> پریس والوں نے نوٹ کر لیا ہو گا وہ سن رہے ہیں۔

<u>میڈم ڈپٹی چیئرمین:</u> لیفٹیننٹ جنرل (ریٹائرڈ) سعید قادر صاحب۔

<u>لیفٹیننٹ جنرل (ریٹائرڈ) سعید قادر:</u> پرسوں جو بحث ہوئی تھی اس میں کچھ ایسے الفاظ آپ کے حکم سے expunge ہوئے تھے اور جب expunge ہو جاتے ہیں تو پھر وہ پریس میں نہیں آنے چاہئیں لیکن ایک آدھ اخبار نے ان الفاظ کو repeat کیا ہے اور اچھی طرح explain کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت غلط ہے اور جب ہاؤس میں ایک دفعہ expunge ہونے کا فیصلہ ہو گیا تو وہ اخبار میں نہیں آ سکتے تو میرے پاس آپ کو تحریک استحقاق پیش کرنے کا ٹائم نہیں تھا تحریک استحقاق کے ذریعے اس بات کا فیصلہ کرنا چاہیئے کہ پریس کا جو behaviour ہے وہ قانون کے حساب سے ہونا چاہیئے نہ کہ جو مرضی وہ چاہیں کریں۔

<u>میڈم ڈپٹی چیئرمین:</u> اگر پریس کو رولز ریگولیشن کا نہیں پتہ تو اب تو سن لیا اور مجھے امید ہے کہ آئندہ ایسی کوئی بات نہ ہو گی اور ایسی چیزیں اخبار میں نہیں آنی چاہئیں۔

<u>لیفٹیننٹ جنرل (ریٹائرڈ) سعید قادر:</u> لیکن جو expunged remarks چھپ چکے ہیں ان کے متعلق کیا ہو گا میرا خیال ہے یہ پریولج کمیٹی میں بھیجنا چاہیئے۔

<u>میڈم ڈپٹی چیئرمین:</u> وزیر قانون اس بارے میں کچھ کہنا چاہیں گے۔

<u>چوہدری عبدالغفور:</u> سعید قادر صاحب کی یہ بات صحیح ہے کہ جو remarks چیئرمین کے آرڈر سے expunge کر دیئے جائیں وہ اخبار میں رپورٹ نہیں ہو سکتے اور اگر رپورٹ ہوتے ہیں تو رولز......

<u>میڈم ڈپٹی چیئرمین:</u> سعید قادر صاحب فرما رہے ہیں کہ جو پہلے ہی ہو چکے ہیں اس کے لئے اب کیا کیا جائے۔

<u>چوہدری عبدالغفور:</u> اس کے متعلق یہ ہے کہ اگر وہ تحریک استحقاق پیش کریں تو معاملہ پریویلج کمیٹی کے سپرد کیا جا سکتا ہے چونکہ وہ رپورٹ جو expunge ہو چکی ہے وہ پرنٹ نہیں ہو سکتی۔

<u>میڈم ڈپٹی چیئرمین:</u> سعید قادر صاحب آپ proper طریقے سے اسے پیش کر دیں۔

<u>لیفٹیننٹ جنرل (ریٹائرڈ) سعید قادر:</u> ہر ایک چیز فوری طور پر نہیں پڑھی جاتی جیسے ہی میرے نوٹس میں یہ بات آئی میں نے آکر آپ کے سامنے پیش کر دی ہے۔ میں ابھی آپ کے سامنے farmally پیش کر دیتا ہوں۔

<u>میڈم ڈپٹی چیئرمین:</u> شکریہ! شکریہ جی' ڈاکٹر ریحان صاحب۔

DISCUSSION ON PRESIDENTIAL ADDRESS

ڈاکٹر محمد ریحان: آعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمان الرحیم۔ جناب چیئر مین صاحب میں آپ کا نہایت مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے موقع فراہم کیا مہربانی اور اس شفقت کے لئے میرے پاس آپ کو دینے کے لئے کچھ نہیں ہے سوائے اس کے کہ میں دعا کروں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی جزا دے۔ جناب صدر صاحب کے خطاب پر اظہار خیال سے پہلے ۱۹ دسمبر کو پارلیمنٹ ہاؤس کے اندر اور اس کی چار دیواری کے باہر جو بد نما مظاہرہ ہوا تھا اور جس پر مجھے بے حد دکھ ہوا تھا اور جو طوفان بد تمیزی کھڑا کیا گیا تھا اس کا ذکر کرنا میں ضروری سمجھتا ہوں۔

جناب والا! اس واقعہ پر مجھے بے حد دکھ ہوا کیوں کہ ایک ملک کے صدر یا آئینی بادشاہ جب پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کرتے ہیں تو یہ ملک میں ایک تاریخی اور مقدس دن ہوتا ہے۔ یہ دن خود احتسابی کا ہوتا ہے جس میں گزشتہ سال کی کارکردگی کا جائزہ لیا جاتا ہے اور آئندہ سال کے لئے قوم کو ان واقعات کی روشنی میں مستقبل کی منصوبہ بندی کے لئے guidelines دی جاتی ہیں ایک ملک کا صدر جناب والا ! symbol of unity ہوتا ہے اور اسکی حیثیت بہت sacrosanct ہوتی ہے پارلیمنٹ ہاؤس اگر مسجد کے برابر مقدس نہیں تو یقیناً اس کو دوسرے درجے کا مقام حاصل ہوتا ہے ہر مقدس اور قابل احترام جگہ کے لئے کچھ آداب اور احترام ہوتے ہیں ہماری دیہاتی آبادی میں بے تعلیم یا کم تعلیم یافتہ لوگ بھی جب کبھی اکٹھے ہوتے ہیں تو وہاں پر بھی مجلسوں اور جرگوں کے آداب ہوتے ہیں چاہے وہ ان کے تنازعوں کے تصفیوں کے لئے ہوتے ہیں یا موسیقی کی محفلیں ہوں یا چاہے وہ گپ شپ کے لئے ہوں وہاں پر بھی مجلس کے آداب ہوتے ہیں اور اس دن کی اہمیت کے پیش نظر جب کہ ایوان میں مختلف سروسز کے top brass تشریف فرما تھے

ملک میں موجود تمام سفیر بیٹھے تھے اور ملکی اور بین الاقوامی پریس کے نمائندے اسے coverage دینے کے لئے موجود تھے پاکستان ٹی وی نے live coverage کے انتظامات کئے تھے لیکن بد قسمتی سے جو کچھ گھٹی میں ملا تھا اس کا مظاہرہ کیا گیا۔ وراثت میں پاکستان کے سادہ لوح لوگوں کو دمادم مست قلندر اور ہو جمالو کے ساتھ بھنگڑا ڈالنے کے ذریعے بے وقوف بنانے کے لئے جو سبق ملا تھا وہ دوہرایا گیا۔ بالکل اسی طرح ایوان کے اندر اور باہر ہلڑ بازی شروع کی گئی میں کہہ سکتا ہوں کہ باہر کے سفراء کو یہ دکھانا تھا کہ ہم Third world کے ایک ملک ہیں اور ہمیشہ کے لئے تھرڈ کلاس activities کرنی ہیں۔

(مداخلت)

ڈاکٹر محمد ریحان: یہ ۱۹۶۸ء نہیں تھا یہ ۱۹۹۱ء کا آخری مہینہ تھا اور اس ۶۸ء اور ۹۱ء کے درمیان دریائے سندھ، دریائے جہلم، دریائے چناب، راوی اور ستلج میں کافی سیلاب بہہ چکے ہیں۔ کیا یہ ھنگامہ بیک فار نہیں ہوا آپ جب واک آوٹ کر رہی تھیں تو آپ کا کتنے لوگوں نے ساتھ دیا زیادہ دکھ تو مجھے اس بات کا ہے کہ ان صاحبان کو بھی آپ ساتھ لے گئیں جو ہمارے ساتھ اس ایوان میں تشریف رکھتے ہیں۔ جن کی دانش، علم۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: آپ ریڈنگ نہیں کر سکتے۔ ادھر ادھر دیکھ لیا کریں۔

ڈاکٹر محمد ریحان: اچھا جی۔ میں صرف پوائنٹ دیکھ رہا ہوں جیسے آپ گائیڈ کریں گے اس طرح کرونگا۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: ویسے آپ کو پڑھنا نہیں چاہیئے۔

ڈاکٹر محمد ریحان: میں پڑھ نہیں رہا ہوں وہ پوائنٹ دیکھ رہا ہوں۔ جن کی دانش علم اور سنجیدگی سے یقیناً میں متاثر ہوں اور ان کے ساتھ اس ایوان میں بیٹھ کر خوشی محسوس کرتا ہوں یہ الگ بات ہے کہ ان کا نقطہ نظر کچھ اور ہے اور میرا کچھ اور ہے ان سے اختلاف ہے،

میرے خیال میں ان کو اندھیرے میں رکھا گیا تھا اگر ان سے مشورہ کیا جاتا تو مجھے یہ یقین ہے وہ کبھی ان کا ساتھ نہ دیتے اور اس شرمناک واقعہ میں کبھی پارٹ ادا نہ کرتے اب میں صدر صاحب کے ارشادات کی طرف آتا ہوں ہمارے صدر صاحب بیشک سیاسی پس منظر نہیں رکھتے لیکن وہ ایک طویل عرصہ سول سرونٹ رہے ہیں اور مختلف شعبوں میں انہوں نے خدمات انجام دی ہیں اور آج ہمیں خوشی ہے کہ وہ ہمارے ملک کے صدر ہیں اور کافی وسیع تجربہ رکھتے ہیں یہ ہماری خوش قسمتی ہے انہوں نے گزشتہ ایک سال کی کارکردگی کا بڑی باریک بینی سے جائزہ لیا اور صحیح طریقے سے تمام مسائل کی نشاندہی کی ہے۔

جناب! صدر نے بجا طور پر ملک میں جمہوری culture کی غیر موجودگی پر افسوس کا ذکر کیا ہے اور moral degeneration کا ذکر کیا ہے لیکن ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ ان امراض کے اسباب کیا ہیں۔ اس ملک میں نظریہ پاکستان کے نام پر چھوٹے صوبوں کا وجود ختم کر کے ون یونٹ قائم کیا گیا اس نے لوگوں کو unite تو نہیں کیا البتہ disunity کے بیج ضرور بوئے گئے۔ اس کے بعد ملک کے ایک حصے کی آبادی مردم شماری کے لحاظ سے زیادہ تھی تو آئین میں ترمیم کی گئی اور parity کا نسخہ پیش کیا گیا اور دنیا میں ایک طرف ون مین ون ووٹ کا جو بین الاقوامی تسلیم شدہ اصول ہے اس کا قتل کیا گیا۔ کیا ایک مہذب معاشرے کا ضابطہ اخلاق یا ہمارا مقدس مذہب اس کی اجازت دیتا ہے میں کہتا ہوں ہرگز نہیں احساس محرومی کے بیج بوئے گئے۔ بعد ازاں مارشل لاء پر مارشل لاء نافذ کئے گئے ون مین rule قائم کئے گئے۔ تاریخ میں پہلے منصفانہ انتخابات جب ۷۰ء میں ہوئے تو اس کے نتائج قبول نہیں لئے گئے اور "ادھر ہم اُدھر تم" کے نعرے لگائے گئے اور اس کے نتیجے میں ہمارا ملک our beloved country دولخت ہو گیا بلوچستان میں سردار مینگل کی حکومت کو ایک نادرشاہی حکم کے ذریعے ختم کر دیا گیا اور اس کے بعد جمہوریت پسند قوتوں پر ظلم کے طوفان لائے

گئے۔ ۱۹۷۳ء کے آئین میں یکطرفہ طور پر ترمیموں پر ترامیم کی گئیں زندگی کے ہر شعبے میں بدعنوانیاں کی گئیں رسوائے زمانہ ایف ایس ایف کے ذریعے منظّم غنڈہ گردی شروع کی گئی اور بدنام زمانہ حیدر آباد ٹربیونل تو سب کو یاد ہو گا لیکن اللہ کے ہاں دیر تو ہوتی ہے اندھیر نہیں ہوتا ظلم جبر تشدد کرنے والے اپنے مکافات عمل کا شکار ہو گئے۔ اس کے بعد اسلام کے مقدس نام پر مارشل لاء کی ایک طویل تاریک رات شروع ہو گئی لوگوں کو depoliticise کیا گیا اور اسلام کے نام پر مختلف بلیک اور Drakonian laws نافذ کئے گئے جب مختلف ethnic گروپس کے درمیان نفرت کے بیج بوئے گئے مذہبی جنوں کو فروغ دیا گیا۔ کالج اور یونیورسٹیوں میں کتابوں کی جگہ اسلحے کے انبار لگائے گئے ہیروئن کی پروڈکشن اور ٹریڈ کو فروغ دیا گیا ایک پڑوسی ملک کے اندرونی معاملات میں امریکہ کی شہ پر کھلم کھلا مداخلت شروع کی گئی تقریباً ۱۵ لاکھ افغان بیچارے مارے گئے اور کئی لاکھ اپاہج لولے لنگڑے پھر رہے ہیں اور ۵۰ لاکھ کے قریب ہمارے افغان بھائی آج بھی دربدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔

صدر صاحب نے بجا طور پر ہمارے احساسات کی ترجمانی کرتے ہوئے نشاندہی کی ہے کہ آئینی اداروں کو destablise کرنے کے لئے نیگیٹیو فورسز کیوں اتنی تیز ہو گئی ہیں جو عوام میں بے چینی پیدا کرتی ہیں۔ صدر صاحب کا بیرونی ہاتھ کی طرف اشارہ کرنا' میں یہ کہونگا جیسے پشتو میں کہتے ہیں اپنے گھر کو بچاؤ دوسرے کو چور مت بولو ہمارے ملک میں پڑوسی ملک کے باغیوں کی گزشتہ حکومت کے دوران interim گورنمنٹ بھی قائم کا گئی جو آج تک بھی موجود ہے اور پڑوسی ملک جہاں کے باشندے اگر سو فیصدی نہیں تو ۹۹ فیصدی وہ مسلمان ہیں اور ان کے معاملات میں چھیڑ چھاڑ کرنے کے لئے یہاں رجعت پسند اور بنیاد پرست جماعتوں کو کھلی چھٹی دی گئی۔

جناب والا! اب میں پریس کی طرف آتا ہوں صدر صاحب نے پریس کا بھی ذکر کیا ہے آپ کو یہ کہاوت بخوبی معلوم ہے "The press and the nation rise and fall together". ماضی میں اخبارات کی بندش، صحافیوں کے خلاف انتقامی کارروائیاں، صحافیوں کے ضمیر کو پلاٹ، لائسنس وغیرہ سے خریدنا اور دبانا کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ پریس ٹرسٹ جو ایوب خان کے مارشل لاء کی یادگار وہ آج بھی موجود ہے۔ جنرل ایوب خان کے خلاف جب uprising شروع ہو گئی تو تقریباً سب سیاسی جماعتوں کے منشور اور نعروں میں یہ شامل تھا کہ پریس ٹرسٹ کے جو اخبارات ہیں وہ سابقہ مالکان کو واپس کیے جائیں گے لیکن مجھے یاد ہے ایوب خان کی حکومت جانے کے بعد جب انتخاب ہوئے پاکستان دولخت ہو گیا تھا اس کے بعد جو حکومت بھی اس وقت وزیر اطلاعات مولانا کوثر نیازی سے جب پوچھا گیا کہ آپ نے ابھی تک کیوں پریس ٹرسٹ کو برقرار رکھا ہے ان اخبارات کو ان کے مالکوں کو کیوں واپس نہیں دے رہے تو مجھے یاد ہے اور میں اتنا ضرور کہوں گا اگر ضرورت پڑی تو میں وہ ریکارڈ بھی نکال سکتا ہوں اس نے کہا تھا کہ پریس ٹرسٹ کو قائم رکھنا ان کے ایمان کا حصہ تھا۔

خواتین کی نمائندگی کے بارے میں جناب جو صدر صاحب نے فرمایا ہے ہم صدر صاحب کی اس بات کو سراہتے ہیں اور ہم یہ کہتے ہیں کہ اس میں جتنی جلدی کی جائے بڑی اچھی بات ہو گی۔ ہم ہر طرح سے اس میں تعاون کریں گے مدد کریں گے جو کچھ بھی ہم سے ہو سکے کریں گے۔ دوسری طرف صدر صاحب نے اس بات پر افسوس ظاہر کیا ہے۔ پارلیمنٹ کی کارروائی کے دوران ممبران دلچسپی نہیں رکھتے اکثر کورم بنتا نہیں اگر بن جاتا ہے تو جلدی ٹوٹ جاتا ہے میں پوچھنا چاہوں گا کہ کیا یہ غیر جماعتی دور کا hang-over تو نہیں ہے اگر اس بارے میں میں یہ کہوں جناب اگر پولٹری فارم میں چوزے بڑھے ہوئے

ہوں یاان کی breeding کی گئی ہو تو پولٹری فارم کے ایک مرغے سے کوئی یہ توقع کر سکتا ہے کہ وہ اذان کیوں نہیں دیتااور اپنی چونچ سے زمین میں سے دانے کیوں نہیں نکال سکتا۔ میرے خیال میں وہ نہیں کر سکتا یہ تو صرف وہی کر سکتا ہے جو عام کھتیوں میں پھرتا ہے اور گھر کے کمپاؤنڈ کے اندر پھرتا ہے یااس کے علاوہ کیاایک ٹیسٹ ٹیوب بے بی سے یہ توقع کی جاسکتی ہے یااسے معلوم ہے کہ ماں کی ممتا کیا ہوتی ہے۔

جناب پانی کی تقسیم، بجلی، گیس کی رائیلٹی کے جو فیصلے ہوئے ہیں وہ بہت خوش آئند ہیں لیکن میں ریکارڈ پر یہ بات بھی لانا چاہتا ہوں کہ جناب ضرورت اس بات کی ہے کہ مرغی کے مالک کو انڈے نہ دیں اس کو اپنی مرغی واپس کریں۔ گیس اور بجلی پر آپ رائیلٹی لیتے ہیں اور پھر وہ آپ کو رائیلٹی دیں گے یہ تو وہی بات ہو گئی کہ کسی نے کسی کی مرغی پکڑی ہو اور وہ انڈے دے رہی ہو اور جب آپ کی مرضی ہو اسے انڈے دیں اور مرغی اپنے پاس ہی رکھیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ بات اسی وقت صحیح معنوں میں ہو گی جب مرغی کے مالک کو مرغی واپس کریں گے۔ جناب میں کہتا ہوں کہ مرکز کے پاس امور خارجہ، دفاع، مواصلات اور کرنسی کے شعبے رہنے چاہیں تاکہ صوبائی خود مختاری کا خواب پورا ہو جائے کالا باغ ڈیم مختلف صوبوں کے درمیان ایک متنازعہ مسئلہ ہے۔ اور اسے بنانے کا فیصلہ تمام صوبوں کو اعتماد میں لے کر کریں اگر ایسانہ کیا گیا تو یہ نہ ملک کے مفاد میں ہو سکتا ہے اور نہ ہو گا۔ یہ میں ضرور کہنا چاہتا ہوں اور ساتھ ہی میں یہ بھی کہوں گا کہ کالا لفظ ویسے بھی منحوس ہے چاہے وہ کالا پانی ہو کالے قوانین ہوں کالا ناگ ہو چاہے وہ کالا باغ ہو اگر آپ نے ڈیم ہی بنانا ہے تو کوئی سبز باغ ڈھونڈ کر وہاں بنالیں۔

اقتصادی معاملات میں ہم drug addicts کی طرح aid addicts ہو چکے ہیں موجودہ خود انحصاری کی پالیسی بڑی اچھی ہے۔ لیکن weaning آپ محترمہ سمجھتی ہیں کہ جب ایک

بچہ ماں کے سینے سے دودھ پیتا ہے اور کچھ عرصے بعد جب اس سے دودھ چھڑایا جاتا ہے تو کچھ عرصے کے لئے اس بچے کو بے چینی ' بیقراری ہوتی ہے تو یہ عارضی وقت ہوتا ہے انشاءاللہ اس پر قابو پالیا جائے گا۔ یہ aid addiction ہمیں ختم کرنی چاہیئے۔

market economy کی افادیت سے ہمیں انکار نہیں لیکن اس کو panacea یا امرت دھارا بنانا صحیح نہیں۔ زندگی کا مطلب صرف منڈی کا کاروبار نہیں۔ زندگی وہ ہوتی ہے جس میں اعلیٰ اخلاقی وانسانی اقدار ہوتے ہیں۔ ہمیں blindly انڈسٹریل ڈیموکریسی کی تقلید نہیں کرنی چاہیئے پرائیویٹ سیکٹر کی حوصلہ افزائی اور اسے ترقی دینا یقیناً ضروری ہے۔ لیکن پبلک سیکٹر کی بہت اہمیت ہے دور دراز اور پسماندہ علاقوں میں پبلک سیکٹر ہی یہ کردار ادا کر سکتا ہے۔

صدر صاحب کے خطاب میں زرعی شعبے کا خاطر خواہ ذکر نہیں کیا گیا ہے لیکن میں یہ یقین رکھتا ہوں human omissions صدر صاحب خود ایک گاؤں میں پیدا ہوئے ہیں وہ اس کا تجربہ بھی رکھتے ہیں اور ملک کی 70% آبادی' جن کا انحصار زراعت پر ہے' وہ کیسے ان کو نظر انداز کر سکتے ہیں یقیناً میں سمجھتا ہوں کہ یہ انسانی خطا ہے جس پر مجھے یقین ہے کہ وہ اس بارے میں ضرور سوچتے ہوں گے اور اقدامات بھی انشاءاللہ کرتے رہیں گے۔

Social services تعلیم پر قومی پیداوار کا صرف 2.2 فیصد اور صحت پر 0.85 فیصد خرچ کرنا نہ صرف قلیل ہے بلکہ افسوس ناک بھی ہے اسے بڑھایا جا سکتا ہے اگر غیر پیداواری اخراجات پر کنٹرول کیا جائے۔ یہ محلاتی کوٹھیاں یہ بڑی بڑی لمبی staff car وغیرہ' اگر ان کی جگہ سادہ زندگی اختیار کی جائے اسی طرح دعوتوں وغیرہ میں بھی سادگی اختیار کریں تو میرا خیال ہے کہ وہ فنڈز جو ہیں divert کئے جا سکتے ہیں تعلیم' صحت اور سوشل سروسز بہت اہم ہیں اس کے لئے کافی پیسہ بچ سکتا ہے۔ میں اس کے ساتھ یہ پوچھنا چاہوں گا کیا ایک غریب ملک اتنی بڑی standing army کا متحمل ہو سکتا ہے۔

یہ بالکل حقیقت ہے کہ economic prosperity اور social welfare اس وقت تک meaningless ہیں جب تک انسان اپنے آپ کو محفوظ نہ سمجھے یہ بالکل بیکار چیزیں ہیں آپ کارخانے، سکول، سڑکیں بنائیں لیکن جب تک امن وامان نہیں ہوگا تو یہ سب کچھ بے کار ہے۔

انسان کو پہلی چیز تحفظ اور امن و امان کی ضرورت ہے وہ صحیح ہو اپنی عزت اور زندگیوں کو محفوظ سمجھیں۔ اس وقت یہ چیزیں معنی خیز ہوں گی ورنہ otherwise they are meaningless. اس ضمن میں چند تجاریز پیش کرتا ہوں اس بارے میں، میں ۱۶ فروری کو کچھ نہ کچھ بول چکا ہوں لہذا law & order کے بارے میں چند تجاریز ہیں:۔

نمبر ا:۔ جناب! افغان مہاجرین کو جتنا جلد ہو سکے واپس بھیجا جائے کیونکہ Geneva معاہدے کو ہوئے (۴) سال گزر چکے ہیں۔ اور negative cemetery پر بھی عمل درآمد شروع ہو چکا ہے۔

نمبر ۲:۔ پولیس فورس کی مکمل overhauling کے لئے کمیشن جلد مقرر کیا جائے۔ اور ان کی سفارشات اور تجاویز پر جلد از جلد عملدرآمد ہو۔

نمبر ۳:۔ جو بہت ضروری ہے اس میں، میں اپنے ممبران سے بھی مخاطب ہوں۔ وہ یہ ہے کہ منتخب ممبران پارلیمنٹ چاہے وہ سینٹ کے ہوں یا قومی اسمبلی کے، چاہے صوبائی اسمبلی کے ممبران ہوں یا کونسلرز ہوں وہ ایک حلف اٹھائیں اور عہد کریں کہ انہوں نے کبھی بھی کسی جرائم پیشہ کی سفارش نہیں کرنی ہے۔

نمبر ۴:۔ کسی طرف سے بھی، کسی جرم کو پناہ دینا چاہے وہ settled اریا میں، کسی صوبہ میں ہو یا وہ FATA میں ہو جو بھی اس کو پناہ دے گا اس کے لئے سخت سے سخت ترین سزا ہونی چاہیئے۔

صدر صاحب کے خطبے میں USSR میں تبدیلیوں کا ذکر کیا گیا ہے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ جو آج کل گرجدار آواز میں چلا چلا کر کہتے ہیں کہ جی روس کا بیڑہ غرق ہو گیا تباہ و برباد ہو گیا ریزہ ریزہ ہو گیا ہے۔ disintergration ہو گئی collapse ہو گیا' اور اخبارات میں بھی بیان دیتے ہیں شور وواویلا کرتے ہیں وہاں ایسا واقعہ تو نہیں ہوا جیسے ہمارے ہاں وجود سے بنگلہ دیش کٹ چکا ہے۔ وہاں تو ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا پھر کیوں ایسی باتیں کی جاتی ہیں وہاں پر تو right of secession استعمال کیا گیا ہے۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید: پوائنٹ آف آرڈر محترمہ: اگر وہاں پر مشرقی پاکستان جیسا واقعہ نہیں ہوا تو پندرہ حصوں میں جو تقسیم ہوا یہ کیا ہوا یہ بتایا جائے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا تشریف رکھی۔ جی ڈاکٹر صاحب۔

ڈاکٹر محمد ریحان: جناب وہاں پر ان کے آئین میں ایک شق تھی right of secession جو کہ میرے محترم بزرگ دوست وکالت کے پیشہ سے بھی تعلق رکھتے ہیں اور مجھ سے زیادہ سمجھتے ہیں right of secession ان کے آئین میں ایک شق تھی جو republics نے اس میں رکھی تھی وہ کسی وقت بھی یہ حق استعمال کر سکتے ہیں اور جدا ہو سکتے ہیں تو انہوں نے آپس میں ایک یونین بنائی تھی اور وہ حق اس میں استعمال کیا اور دنیا کو دکھایا کہ وہ منافق نہیں جو کچھ کہتے تھے اسی پر عمل بھی کیا۔

اخونزادہ بہرور سعید: محترمہ پوائنٹ آف آرڈر اگر کمیونسٹ منافق نہیں ہے تو پھر کون منافق ہے۔

Madam Deputy Chairman: Point of Order بہرہ ور سعید صاحب تشریف رکھیں۔ جی ڈاکٹر صاحب۔

ڈاکٹر محمد ریحان: ٹھیک ہے جی شکریہ اب تو انہوں نے اپنی مرضی سے common wealth of the independent states بنائی یہ اور بات ہے کبھی ایک شکل اور کبھی دوسری

شکل بناتے ہیں یہ ان کا ایک اندرونی معاملہ ہے اس پر ہم کیوں بغلیں بجا کر خوشیاں منا رہے ہیں اور پھر یہ بھی افسوسناک بات ہے کہ ہم کسی کی تباہ پر خوش ہوتے ہیں کیا یہ negative mentality نہیں ہے کیا یہ sadist mentality نہیں ہے Central Asian Republics سے تعلقات قائم کرنے کا ہمیں موقع مل چکا ہے۔ اس سے پہلے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ دنیا میں تبدیلیاں آتی ہیں اور آنی چاہئیں کیونکہ یہ ایک کہاوت ہے کہ nature flourishes by change and it has always flourished by change. سنٹرل ایشیئن republics کے ساتھ ہمیں تعلقات قائم کرنے کا موقع مل گیا ہے جس سے اقتصادی فوائد حاصل ہوں گے لیکن ان تک رسائی کے لئے افغانستان میں امن کا قیام انتہائی ضروری ہے اور اچھی بات ہے کہ عجم دوبارہ زندہ ہو رہا ہے۔ اسلامی تاریخ میں عرب کے ساتھ ساتھ عجم کا بھی برابر اور پورا حصہ ہے اور ہمیں خوشی ہو گی کہ عجم اب زندہ ہو رہا ہے اور یہ ارد گرد افغانستان، ایران سنٹرل ایشئین رپبلکن، ایران ترکی یہ عجم ہے، اور عجم نے اسلام کی بڑی خدمت بھی کی ہے۔ اس میں جناب حضرت سلمان فارسیؓ حضرت امام بخاریؒ جن کی احادیث اتھارٹی سمجھی جاتی ہیں شامل ہیں عجموں نے اسلام کے لئے اگر کسی سے زیادہ نہیں تو کم بھی کام نہیں کیا۔ افغانستان کے امن کے بارے میں یہ میں ضرور کہنا چاہتا ہوں کے جیسا کہ بابائے امن بر صغیر کی عظیم ہستی، مرحوم خان عبدالغفار خان کہا کرتے تھے کہ افغانستان کی لڑائی کوئی جہاد وہاد نہیں ہے صرف روس وامریکہ کی جنگ ہے جو by proxy لڑ رہے ہیں اور خواہ مخواہ بے قصور افراد مارے جا رہے ہیں۔ آج تاریخ نے ثابت کر دیا ہے کہ جیسے ہی روس نے اپنی فوجیں واپس بلا لیں، امریکہ نے بھی اپنا ہاتھ کھینچ لیا تو وہی جو کچھ کہتے تھے آج ثابت ہو گیا اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر نور برسائے، ان کی مغفرت فرمائے۔ بڑے عظیم انسان تھے۔ ہم حکومت کی اس پالیسی کا خیر مقدم کرتے ہیں کہ اس نے اپنے بھائیوں کے ساتھ بھائی چارے کی پالیسی اپنائی ہے۔ کشمیر کا مسئلہ شملہ معاہدے کے مطابق حل ہونا چاہیئے۔

(مداخلت)

<u>میڈم ڈپٹی چیئر مین</u>: بہرہ ور سعید صاحب آپ تشریف رکھیں۔

<u>ڈاکٹر محمد ریحان</u>: میں اپنی تقریر ختم کرنے لگا ہوں۔ صرف یہ بات کروں گا کہ ہمیں مایوس نہیں ہونا چاہیئے نیک نیتی، خلوص اور لگن کے ساتھ ملک کی خدمت اپنے پارٹی مفادات سے بالاتر ہو کر کرنی چاہیئے اس کے ساتھ میں یہ بھی کہوں گا کہ ہمیں اپنے پیروں پر کھڑا ہونا چاہیئے۔ آپ کو بخوبی معلوم ہے کہ زندہ انسان دو پیروں پر چلتا ہے لیکن جنازے کے نیچے آٹھ پیر چلتے ہیں اور وہ بھی جلدی جلدی چلتے ہیں اور ایک دوسرے کو کاندھا دیتے ہیں کہ کہیں نیچے چلنے والا گر نہ جائے۔ اور اس کے ساتھ لاش کی بے حرمتی بھی نہ ہو تو میرا مطلب ہے کہ ہمیں کسی پر انحصار نہیں کرنا چاہیئے کسی کا دست نگر نہیں ہونا چاہیئے۔ آخر میں، میں اپنی بات کو ختم کرتا ہوں۔ میں اس تحریک کی پر زور حمایت کرتا ہوں اور چونکہ انسان کو کسی اچھی بات کا ہمیشہ ساتھ دینا چاہیئے اور بری بات کی مخالفت کرنی چاہیئے والسلام۔ آپ کی بہت بہت مہربانی۔

<u>میڈم ڈپٹی چیئر مین</u>: شکریہ، راجہ محمد ظفرالحق صاحب on a point of order

<u>راجہ محمد ظفرالحق</u>: میڈم چیئر مین صاحبہ آٹھ تاریخ کو عالمی یوم خواتین کے سلسلے میں ڈاکٹر ریحان صاحب نے ایک تجویز پیش کی تھی۔ اس سلسلے میں ایوان کے مختلف ارکان نے اپنے اپنے جذبات، اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اس دوران میں نے بھی اس بحث میں حصہ لیا تھا۔ میں نے کسی شخصیت کا نام نہیں لیا۔ میں نے کسی کے بارے میں یہ نہیں کہا کہ فلاں شخص نے دو یا تین شادیاں کی ہوئی تھیں۔ یہاں کے نہیں لیکن لاہور کے اخبار "جنگ" نے میرے حوالے سے اس تقریر کے حوالے سے یہ بات شائع کی ہے کہ میں نے یہ کہا کہ مرحوم ذوالفقار علی بھٹو صاحب نے تین شادیاں کی ہوئی تھیں۔ یہ بات حقائق کے

قطعاً منافی ہے۔ میں نے کوئی ایسی بات نہیں کی ایوان کا ریکارڈ' ایوان کے ارکان گواہ ہیں وہ یہاں موجود ہیں میں تحریک استحقاق تو نہیں دینا چاہتا لیکن آپ کی وساطت سے اس اخبار کے نمائندے جس نے ایسی حرکت کی ہے اور اخبار کی انتظامیہ سے میں ضرور اپیل کروں گا کہ وہ اس کے خلاف ضرور ایکشن لیں۔ کیونکہ اس کی تردید بھی انہوں کی ہے کہ ایسا نہیں تھا۔ ان کی تین تھیں یا دو تھیں۔ میں اس معاملہ میں پڑا ہی نہیں کبھی۔ ذاتیات پر میں نے کبھی کوئی بات ہی نہیں کی۔ لہذا یہ آپ کے نوٹس میں لاتا ہوں۔

<u>میڈم ڈپٹی چیئرمین:</u> شکریہ۔ آج اخبار کے بارے میں وزیر قانون صاحب نے بھی کافی کہا ہے۔ یقیناً اخبار والوں نے سب کچھ نوٹ کر لیا ہوگا۔ جناب طارق چوہدری صاحب!

<u>جناب محمد طارق چوہدری</u> : نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ محترمہ چیئرمین صاحبہ۔ میں آپ کا ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے اس کٹھن موقع پر اظہار خیال کے لئے کہا۔ نئی حکومت کے قیام کے پہلے برس کی تکمیل پر ۱۹ دسمبر کو پارلیمنٹ کا مشترکہ اجلاس ہوا جس میں آئینی تقاضے کو پورا کرنے کے لئے صدر مملکت نے خطاب کیا اور دنیا کی تاریخ میں پہلی مرتبہ' دینا کی تاریخ میں پہلی مرتبہ پارلیمنٹ کے اندر۔ میں آپ کو متوجہ کر رہا ہوں۔ دنیا کی تاریخ میں پہلی مرتبہ پارلیمنٹ کے اندر بد تمیزی' بد تمیزی کا اتنا طویل مظاہرہ پہلے کبھی نہیں ہوا۔

Syed Abdullah Shah: Question.

<u>جناب محمد طارق چوہدری</u> : کیا پہلے بھی ہوا تھا۔

<u>میڈم ڈپٹی چیئرمین:</u> عبداللہ شاہ صاحب نو کراس ٹاک۔

<u>جناب محمد طارق چوہدری</u> : یہ میں پھر اسرار کرتا ہوں۔ بد تمیزی' بد تہذیبی کا یہ بدترین مظاہرہ دینا کی تاریخ میں کبھی نہیں ہوا اور میں حیران ہوں کہ اس میں بعض بہت ہی

متحمل مزاج، بہت ہی معزز، بڑے ہی بزرگ، بڑے ہی سمجھدار لوگوں نے بگڑے ہوئے ناسمجھ بچوں کی تال پر رقص کیا اور ہمارے قائد حزب اختلاف ہمارے بزرگ بھی ہیں اور بڑے منجھے ہوئے سمجھدار وکیل بھی ہیں۔ ان کی مجبوری تو مجھے سمجھ آتی ہے کہ بعض اوقات دادا ابو اور نانا ابو کو چھوٹے بچوں کی ضد کے سامنے گھٹنوں کے بل گھوڑا بن کر بھی چلنا پڑتا ہے تاکہ وہ تھوڑی دیر کے لئے خوش ہو جائیں لیکن اس وقت میری حیرت کی انتہا نہیں رہی جب میں نے اپنے بڑے ہی عزیز جمہوری وطن پارٹی کے منظور احمد گچکی کو بھی اسی تال پر کھڑے ہوئے رقصاں دیکھا۔

Mr. Manzoor Ahmed Gichki: Question.

جناب محمد طارق چوہدری : اور اس کی وجہ یہ بتائی گئی تھی کہ ہم نے احتجاجی مظاہرہ اس لئے کیا ہے کہ نمبر ۱، الیکشن میں دھاندلیاں ہوئی ہیں اور دوسرے کا بعد میں ذکر کروں گا۔ محترمہ! ۱۹۸۸ء کے الیکشن میں دھاندلیوں کا الزام لگانے والی پارٹی کو ۹۳ سیٹیں ملی تھیں۔ اور اسی صدر مملکت نے ان کی پارٹی کو اکثریتی پارٹی نہیں، بڑی پارٹی ہونے کے سبب پہلے وزارت عظمیٰ کا حلف اٹھانے کی دعوت دی تھی اور یہ کہا کہ کیونکہ پارلیمنٹ میں سب بڑی پارٹی یہ ہے اس لئے میں ان کو موقع دیتا ہوں۔ حالانکہ دوسری پارٹیوں کا موقف یہ تھا کہ ہاؤس کے اندر اکثریت کا فیصلہ اس طرح نہیں ہو سکتا بلکہ آپ پہلے سپیکر کا الیکشن کروالیں اور جس گروپ کا سپیکر منتخب ہو جائے اسی کو وزارت عظمیٰ کی دعوت دی جائے اور آپ اس بات کا یقین کرلیں کہ اگر ایسا ہو جاتا تو پیپلز پارٹی کو ۲۲ مہینے کی اس حکومت کا کبھی موقع نہ ملتا پھر ۲۲ مہینے کے بعد اسمبلیاں توڑ دی گئیں۔

تمہیں لے دے کہ ساری داستان میں یاد ہے اتنا
کہ عالمگیر ہندو کش تھا ظالم تھا ستم گر تھا

اور اپنی ستمگری کی ٬اپنی نا سمجھی کی ٬اپنی نااہلی کی ٬اپنی کم ہستی کی آپ کو کوئی خبر ہی نہیں ہے کہ

منزل عشق پہ تنہا پہنچے کوئی تمنا ساتھ نہ تھی
تھک تھک کر اس راہ میں آخر اک اک ساتھی چھوٹ گیا

جب انہوں نے سفر کا آغاز کیا تھا تو سول سروس ان کے ساتھ تھی فوج ان کے ساتھ تھی، صدران کے ساتھ تھے ٬جمعیت العلماء ان کے ساتھ تھی ٬جمعیت العلمائے پاکستان ان کے ساتھ تھی ٬نصراللہ خان کی پی ڈی پی ان کے ساتھ تھی ٬الغرض پاکستان کی اکثر بڑی پارٹیاں جن میں ایم کیو ایم بھی شامل ہے سب ان کے ساتھ ہمسفر تھیں اور پھر یہ عشق کی منزل پر تنہا کیوں پہنچے اور ایک ایک ساتھی ان سے کیوں چھوٹ گیا کیا ان سب میں خرابیاں ہیں تمام خوبیاں انہی میں جمع تھیں ان کو اس پر غور کرنا چاہیئے اس پر سوچنا چاہیئے۔

تری تعبیر میں مضمر ہے اک صورت خرابی بھی

دراصل ان کے اندر شروع ہی سے ایک ایسی خرابی رکھ دی گئی ہے کہ یہ کبھی سیدھا ہو ہی نہیں سکتا۔ محترمہ! الیکشن میں ان کو ۹۳ سیٹیں ملیں اور وہ ۹۳ سیٹیں کس صورت میں ملیں ٬ میں نے پہلے گنا ہے کہ اتنی سب پارٹیاں ان کے ساتھ تھیں اور ان کو ضیاء الحق صاحب کے طیارے کے حادثے کے بعد ایک غیر یقینی صورت حال ملی مسلم لیگ دو ٹکڑے ہو چکی تھی آئی جے آئی کو پوری طرح بن پانے کا موقع نہیں ملا تھا اپوزیشن کے دس فیصد کے قریب پبلک کے اندر جو قدرتی ووٹ ہوتے ہیں وہ ان کو اپوزیشن ہونے کا بھی فائدہ حاصل تھا اور آنے والی حکومت کو جو چار پانچ فیصد لوگوں کی حمایت حاصل ہوتی ہے in waiting بھی یہی نظر آرہے تھے وہ فائدہ بھی ان کو حاصل تھا۔ ساری پارٹیاں جو اس وقت کی حکومت سے ضد میں تھیں ان کا ووٹ بھی ان کو حاصل تھا تو اس طرح یہ ۲۱۷ میں سے صرف ۹۳ سیٹیں

حاصل کر سکے تھے اور پھر جب اسمبلیاں توڑ دی گئیں اس وقت یہ تمام فائدے ان کو حاصل نہیں تھے نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اپوزیشن پارٹیوں کے ووٹ جو ۱۹۸۸ء میں ان کو ملے تھے اور تقریباً ۵۰ سے زیادہ سیٹیں تھیں جن میں الیکشن کے درمیان فرق پانچ ہزار ووٹوں سے کم تھا چنانچہ جب ۱۹۹۰ء آیا تو وہ تمام پارٹیاں ان کا ساتھ چھوڑ کر دوسری طرف جا کر کھڑی ہوئی اور ان کا alliance بھی بن گیا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ سارے کا سارا ووٹ جو پچھلی دفعہ ان کے کھاتے میں پڑا تھا وہ اور جمع اس زمانے میں ان کو ایک یہ بھی فائدہ تھا' علاوہ باقی چیزوں کے کہ ان کے کندھے پر بقول ان کے شہید ذوالفقار علی بھٹو کی خوبصورت لاش بھی تھی جس کے ساتھ لوگوں کی ہمدردیاں بھی ہو چکی تھیں لیکن ۱۹۹۰ء میں اس کو تو انہوں نے دفن کر دیا اب ان کے کندھوں پر زرداریوں کا بوجھ تھا لہذا اس بوجھ کو کندھے پر اٹھا کر کسی دریا میں الٹے یا سیدھے تیرنا ممکن نہیں تھا لہذا ان کو ڈوبنا تھا سو ڈوب گئے اس کے لئے کسی cell کو قائم کرنے کی ضرورت نہیں تھی کسی منصوبہ بندی کی ضرورت نہیں تھی یہ ان کی قدرتی موت تھی ہارٹ اٹیک ہوا اور رخصت ہو گئے یہ ہوا۔

دوسرا ایشو تھا سردار شوکت حیات کی بیٹی وینا حیات کا۔ محترمہ چیئرمین آپ روزانہ ای سیون میں اپنی رہائش کی طرف جاتی ہیں اور وہاں سے آتی بھی ہیں جونہی آپ پارلیمنٹ ہاؤس سے نکلیں اور سابق صدر ایوب خان کے گھر سے ہوتے ہوئے مین مرگلہ روڈ پر چڑھ جائیں اور فیصل مسجد کی طرف سفر کریں تو بائیں طرف مکانات ہیں اور دائیں طرف گارڈن کے لئے پارک کے لئے سارا خالی ہے آپ دیکھتے چلے جائیں ایک جگہ آپ کو ایسی نظر آئے گی جس کے مین گیٹ کے باہر سب سے زیادہ پھول کھلے ہیں۔ یہ بچوں کے پارک کے بالکل سامنے ہے ۹۸ مرگلہ روڈ اس گھر کے مین گیٹ کے باہر سڑک کے اوپر سب سے زیادہ پھول ہیں جیسے نئی بہار کی آمد کا پتہ دیتے ہوں لیکن اگر آپ اس کوٹھی کے اندر

جھانکیں تو آپ کو بالکل آسیب زدہ نظر آئے گی۔ اس کی منڈیر پر کبھی میں نے کوئی کاگا بولتے ہوئے نہیں دیکھا کہ جو کسی مہمان کی آمد کا پتہ دیتا ہے کسی چڑیا کی چہچہاہٹ بھی نہیں سنی جو وہاں زندگی کا آثار بتاتی ہے وہاں پر دبی دبی سسکیوں کی آواز ہے۔ ایک بوڑھا جس کی آنکھیں پتھرا چکی ہیں وہ اپنی منہ بولی بیٹی کا انتظار کرتا ہے جو دراصل ایک [* * *]+ تھی جس کو کسی جادوگر نے خوب صورت روپ دے کر اس بوڑھے کے گھر میں بھیجا تھا تاکہ اس کی تار تار عصمت کی چادر کو روپھریا بنا کر باہر نکلے اور اس بزرگ کے حصار میں گھسنے کی کوشش کرے جو ۷۷ سال مل بزرگ جس نے ۵۷ سال تک ایک ریاضت کے ساتھ ' محنت کے ساتھ ' دیانت کے ساتھ اپنا ایک مقام اور وقار بنایا تھا وہ [* * *] اس حصار میں گھس کر اس جن کے اشارے پر اس بزرگ کو باہر نکالنا چاہتی تھی اس حصار سے۔ وہ سب کچھ نہ ہو سکا لیکن وہ بزرگ اپنی سادگی کے ساتھ آج تک اس کو اپنی بیٹی سمجھ کر اس کا انتظار کر رہا ہے اور وہاں دبی سسکیوں کے درمیان یہ آواز ابھرتی ہے کہ

اپنے بے خواب کواڑوں کو مقفل کر لو
اب مہمان کوئی نہیں کوئی نہیں آئے گا

محترمہ چیئرمین! یہ ایک فریب تھا یہ ایک جھانسہ تھا جو اس خاندان کو بھی دیا گیا اور جو اس قوم کو بھی دیا گیا اور یہ دو وہ عذر تھے جن کے سبب یہ بدتمیزی اور بدتہذیبی کا رقص ہوا جس کو میرے بعض دوست ابھی کہنے والے تھے کہ یہ غیر پارلیمانی ہے حالانکہ لفظ غیر پارلیمانی کیا ہوں گے یہ تو انہوں نے مجسم یہ سب کچھ کیا تھا اب میں اصل موضوع کی طرف آتا ہوں صدر مملکت نے ۱۹ دسمبر کو مشترکہ اجلاس سے خطاب کیا۔ صدر مملکت کو یہ کمال حاصل ہے کہ وہ بہت مختصر لفظوں میں اپنی بات کہہ جاتے ہیں اور ان کے چھوٹے

+ بحکم میڈیم ڈپٹی چیئرمین حذف کیا گیا۔

چھوٹے جملوں میں بہت بڑا مفہوم پوشیدہ ہوتا ہے انہوں نے اپنی ۱۹ دسمبر کی تقریر کو، جس کا زیادہ حصہ ہم وہاں نہیں سن سکے تھے بعد میں پرنٹنگ کی شکل میں ملی اور ہم نے اس کو پڑھا۔ اس میں صدر مملکت نے حکومت کی ایک سالہ کارکردگی کا جائزہ لیا ہے اور میں آپ کے سامنے وہ کارکردگی ان کی زبان میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں کیونکہ اکثر اوقات میں نے یہ دیکھا ہے اور میں نے تقریروں کو سنا بھی ہے۔ ان کی تقریر کو زیر بحث لایا گیا لیکن ٹھوس طریقے سے لوگوں کے سامنے یہ بات نہیں آئی کہ انہوں نے کیا کہا ہے پہلے تو وہ حکومت کی ایک سال کی کارکردگی کے بارے میں کہہ رہے ہیں "ایک برس میں درست سمت کا تعین کر لیا گیا ہے۔ دیرینہ مسائل خوش اسلوبی سے حاصل کر لئے گئے ہیں۔ مرکز اور صوبوں کے درمیان کشیدگی کم ہوئی ہے پورے اظہار اطمینان کا وقت نہیں آیا لیکن حالات بہتری کی طرف گامزن ہوئے ہیں گزشتہ سال پارلیمنٹ کی کارکردگی بہتر رہی ہے پارلیمنٹ نے بحث و تمحیص کے معاملے میں ذمہ داری نبھائی ہے۔ ۵۷ میں سے ۲۴ بلوں کی منظوری دی گئی ہے۔ شریعت بل پاس کر دیا گیا ہے۔ حکومت نے ان اداروں کو کام کرنے کا موقع فراہم کیا ہے جو وفاقی نظام کو چلانے کے لئے آئین نے تجویز کئے ہیں۔ مشترکہ مفادات کونسل اور قومی مالیاتی کمیشن کے اجلاس بلائے گئے ہیں۔ پانی کی تقسیم کا معاہدہ بجلی کا منافع تیل اور گیس کی رائیلٹی کے تقسیم کے معاملات طے پائے ہیں۔ اقتصادی پالیسیوں میں دوررس تبدیلیاں لائی گئی ہیں۔ نج کاری اور صنعت پر پابندیوں کے خاتمے کی طرف پیش رفت ہوئی ہے منفی عوامل کے باوجود جب باقی دنیا میں ترقی کی رفتار صفر کے برابر رہی، پاکستان میں یہ شرح ۶ء۵ فیصد تک پہنچ گئی جو جنوبی ایشیاء میں سب سے زیادہ ہے۔ عالمی منڈی میں کساد بازاری کے باوجود برآمدات میں ۲۰ فیصد اضافہ ہوا ہے۔ سرمائے کی بیرون ملک منتقلی کی بجائے باہر سے ۶۰۰ ملین ڈالر پاکستان منتقل ہوئے ہیں بلاواسطہ بیرونی سرمایہ کاری میں ۱۵ فیصد اضافہ ہوا ہے رواں مالی سال کے پہلے چھ مہینوں میں ۶۰۰ ملین

ڈالر کی مشینری در آمد ہوئی ہے۔ سٹاک مارکیت میں عرصہ کے بعد سر گرمی دیکھنے میں آئی ہے مارکیٹ capitlization ۵۵ بلین سے ۱۵۵ بلین ہو گئی ہے۔ ٹیکسوں کی آمدنی میں ۳۲ فیصد اضافہ ہوا ہے"۔ میں نے اپنی طرف سے اس میں کوئی جملہ نہیں لکھا یہ سب صدر مملکت کے خطاب کے اقتباسات میں یہ ہے جو انہیوں نے کارکردگی کے بارے میں کہا۔

اب انہوں نے جہاں کارکردگی کا ذکر کیا ہے وہاں حکومت کے کاموں پر عدم اطمینان کا اظہار بھی کیا ہے اور عدم اطمینان کا اظہار بہت کھل کر کیا ہے وہ کہتے ہیں۔ پارلیمنٹ کے بارے میں صدر مملکت شروع کرتے ہیں کہ "پارلیمنٹ اقتدار اعلیٰ کی امین مملکت کا اعلیٰ ترین آئینی ادارہ ہے جمہوری نظام کا بہترین ستون ہے قوم کے اجتماعی شعور کی آئینہ دار اور بہترین امنگوں کی ترجمان ہے۔ پاکستان میں جمہوریت کو نوخیزی کے باوجود اس کی توانائی کی مظہر اور عوام کے کامل اور یقین اور اعتماد کی علامت ہے"۔

پھر وہ کہتے ہیں کہ اس حکومت میں ایک برس گزر جانے کے باوجود جمہوری کلچر پیدا نہیں ہو سکا محلے کی گلیوں سے بازار تک ' درسگاہوں سے سیاست کے ایوانوں تک ' تجارت صحافت' ٹیکسی ' کھیت ' قہوہ خانے ' دانش کدے ' نجی محفل ' عوامی اجتماعات ہم نے سب کچھ مارکیٹ فورسز کے حوالے کر دیا ہے حق پرستی حق گوئی عنقا عدل وانصاف کی قدریں معدوم ہو گئی ہیں۔ مادہ پرستی ' حرص و ہوس ' خود غرضی ' تنگ نظری ' تعصّبات نے اوصاف حمیدہ چھین لیے ہیں جو بحثیت مسلمان ہمارا طرہ امتیاز تھے۔ ایفائے عہد ' رواداری ' تعاون ' برداشت ' مفاہمت ' ایثار ' تقریباً ختم کر دیئے گئے ہیں۔ احساس ذمہ داری کا فقدان ہے۔ اخلاقی انحطاط کی وجہ سے اخلاقی کلچر پیدا نہیں ہو پایا۔ جرائم اور سماجی برائیوں کا زہر سرایت کر گیا ہے معلم نے اخلاق کی تعلیمات کو طاق نسیان پر رکھ دیا ہے۔ اکثریت کے فیصلے کو تسلیم نہیں کرتے اپنی پسند اور خواہشات سے مطابقت نہ رکھنے والوں کو تسلیم نہیں کرتے

عوام کی عظیم قوت کی تحقیر و تذلیل کا ارتکاب کرتے ہیں عوامی فیصلوں سے روگردانی آئینی انحراف کی طرف لے جاتی ہے۔ سیاسی مصلحتوں اور وقتی فائدوں کے لئے آئینی تقاضوں کو پس پشت ڈال دیا جاتا ہے۔ پریس کا کردار مجاہدانہ ہے۔ انہیں ناساعد حالات کا سامنا ہے۔ جمہوری دور میں ان کو تشدد کا نشانہ بنایا جارہا ہے یہ انتہائی قابل مذمت رجحان ہے جو ہمارے معاشرے میں اچانک در آیا ہے۔ وقت برداشت کا فقدان ہے یہ سب کچھ ملک و قوم کو عدم استحکام سے دوچار کرنے کی سوچی سمجھی سازش بھی ہو سکتی ہے۔ ناانصافیاں بدعنوانیاں جمہوریت کو کمزور کر دیتی ہیں۔ فلاح و بہبود کی سکیموں کے دعویٰ بے معنی ہیں۔ جان و مال عزت کی حفاظت، عزت نفس کا تحفظ حکومت کی اولین ذمہ داری ہے۔ ناجائز اسلحہ کی واپسی میں کامیابی نہیں ہوئی ہے جرائم کے گراف میں قابل ذکر کمی نہیں ہوئی ہے آئے دن بہیمانہ وارداتیں ہو رہی ہیں۔ ملزموں کا سراغ لگانے والے ادارے اور مشینری ناکارہ ہے۔ المناک واقعات پر سیاسی فوائد حاصل کرنے کی کوشش کی گئی ہے قرار واقعی سزاؤں کے دعویٰ بے معنی ہیں۔ انصاف کے فیصلے سڑکوں پر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ افراط زر جس کی شرح ۷ء۱۲ ہے نے مہنگائی پیدا کر دی ہے غریب اور متوسط طبقے کی زندگی اجیرن ہو گئی ہے۔ نوجوانوں کی امنگوں اور ولولوں کی حوصلہ شکنی ہو رہی ہے۔

بیروزگاروں کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے تعلیم پر کل آمدنی کا ۲ء۲ فیصد اور صحت پر ۸۵ فیصد خرچ کرتے ہیں۔ خواندگی ایشیاء میں سب سے کم ہے۔ صرف ۵۲ فیصد کو پینے کا صاف پانی میسر ہے۔ ۲۲ فیصد کو صفائی کی سہولت حاصل ہے سماجی شعبے میں بہتری کے بغیر ترقی کی باتیں ستم ظریفانہ مذاق ہے۔ کوآپریٹو کی بحث پر دھواں تو بہت پھیلا ہے روشنی کم ہی نظر آئی ہے متاثرین کے زخموں کا علاج نہیں ہوا ہے۔ لاکھوں افراد زندگی کے اثاثوں سے محروم اور المناک صورتحال سے دوچار ہیں۔ پارلیمنٹ احتساب کا مؤثر نظام وضع

کرے۔ جماعتی وفاداریوں کی تبدیلی کے لئے کچھ نہیں کیا گیا ہے۔ فلور کراسنگ آرڈیننس زیر بحث نہیں آیا' خواتین کی نمائندگی کے لئے کوئی پیشرفت نہیں ہوئی ہے مساوی نمائندگی کے دعوے بے معنی ہیں۔ اراکین اور وزراء کارروائی سے اپنی عدم دلچسپی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ کورم پورا نہیں ہوتا ہے بحث میں حصہ لینے والوں کی تعداد ناکافی ہے اہم نوعیت کے قوانین عجلت میں پاس کئے جاتے ہیں" یہ صدر مملکت کی چارج شیٹ ہے۔

اس کے علاوہ مجھے کہنا ہے کچھ اپنی زبان میں۔ جناب محترمہ! جب الفاظ اپنا اعتبار کھو دیں اور زبان سے آپ جو وعدہ کرتے ہیں اس کو پورا کرنے کی آپ کی نیت نہ ہو لیکن زبان سے آپ کہتے چلے جائیں تو ایک عام آدمی کے بارے میں جو بھی تاثر قائم ہو گا سو ہو گا لیکن اگر یہ روش ملک کی سیاسی پارٹیاں اختیار کر لیں' قوم کا لیڈر اس طرح کی باتیں کرے کہ جن کو وہ نہ نبھانے کا ارادہ رکھتا ہے نہ پورا کر سکتا ہے تو پھر اس کے بارے میں کیا کہا جائے گا۔ سب سے پہلے میں آپ کی توجہ دلاتا ہوں گزشتہ رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں وزیراعظم کی نشری تقریر اور قوم کے سامنے خطاب پر 'انہوں نے فرمایا کہ شریعت بل پاس کر دیا جائے گا' وہ نافذ ہو گا اور اس کے مطابق اس کو مؤثر بنانے کے لئے آئین میں ترمیم کی جائے گی۔ یہ رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں خدا کو گواہ بنا کے عوام کے ساتھ کیا ہوا وعدہ ہے اور ایک برس بیت چکا ہے اس وعدے کو کئے ہوئے جس کی تکمیل کے اور جس ایفاء کے کوئی آثار دور دور تک کسی کو نظر نہیں آتے۔ ۱۲ ویں ترمیم کا ذکر بھی میں کرنا چاہوں گا کہ ۱۲ ویں ترمیم جس میں (A)236 کا اضافہ کیا گیا تھا۔ صدر مملکت سے جب اس بارے میں، میں مشورہ کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ یہ خطرناک قوم ہے اس سے اجتناب کیا جائے۔ لیکن پارلیمنٹ کے اجلاس میں، پارلیمانی پارٹی کے اجلاس میں اس معاملے کو اخفا میں رکھا گیا ممبران کو مسودہ دینے سے انکار کیا گیا اور بالا ہی بالا، خود ان کی آنکھوں میں دھول

جھونک کے یہ چاہا کہ بارہویں ترمیم اپنی اصل شکل میں پاس کر دی جائے بارہویں ترمیم کیا تھی اس میں ایک تو نیا اضافہ کیا گیا تھا فیڈرل گورنمنٹ کے بارے میں اس کی تشریح کی گئی۔ کہ فیڈرل گورنمنٹ کیا تھی ' پرائم منسٹر، فیڈرل منسٹر، منسٹر فار سٹیٹ 'یا کوئی بھی nominee جو وزیر اعظم کی طرف سے نامزد کیا گیا ہو ' پھر یہ کہا گیا کہ فیڈرل گورنمنٹ کا دائرہ اختیار کسی بھی صوبے یا کسی بھی حصہ تک وسیع کیا جا سکتا ہے۔ پھر یہ کہ محترمہ چیئرمین! کہ فیڈرل گورنمنٹ کسی ادارے کسی فرد یا اتھارٹی کی قوت کو سلب کر سکتی ہے۔ پھر یہ کہ آئین کے کسی حصے یا کسی آرٹیکل کو معطل کیا جا سکتا یہ وہ خواہش تھیں جو ۱۲ ویں ترمیم کی صورت میں صورت میں پوری کی جانی مقصود تھیں "انوکھا لاڈلہ کھیلن کو مانگے چاند" یعنی اس لاڈلے کو کھلونے کے طور پر چاند کی ضرورت ہے۔

تیرے عشق کی انتہا چاہتا ہوں
میری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں

یعنی آج کے دور میں ۱۹۹۱ء میں اکبر بادشاہ کے زمانے سے بھی وسیع اختیارات چاہییں اور ذمہ داریوں کا یہ عالم ہے اور غیر ذمہ داریوں کا یہ عالم ہے کہ واقعہ ہوا لاہور میں ' اسلام پورہ میں عید قربان کے دن ' نو افراد کو بڑے ہی المناک اور بہیمانہ طریقے سے قتل کر دیا گیا اور پورے ملک کے اندر ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا اور اتفاق سے وہ وزیر اعظم کا حلقہ انتخاب بھی تھا۔ اس طرح کے واقعات سندھ میں آئے روز ہوتے رہتے ہیں اس کا بھی نوٹس نہیں لیا گیا لیکن اس کے اوپر رد عمل ظاہر کیا گیا شدید رد عمل ظاہر کیا گیا اور وزیر اعظم جو اپنے نہایت اہم غیر ملکی دورے پر جانے والے تھے جاپان کے دورے پر جانے والے تھے اس دورے کو منسوخ کر دیا گیا اور انہوں نے اعلان کیا کہ ۷۲ گھنٹوں کے اندر اندر قاتلوں کی ہر صورت میں گرفتار کیا جائے گا اور جب وہ ۷۲ گھنٹے کے اندر گرفتار نہیں ہو سکے تو وہاں

کے SSP کو سزا کے طور پر DIG بنا دیا گیا اور اس کے DIG بننے کے صرف چار دن بعد اس کی رینج شیخوپورہ میں ایسا ہی المناک حادثہ دوبارہ ہوا اور میں حیرت زدہ ہوں اس کے باوجود ان کی کارکردگی اتنی شاندار رہی۔ ان کو آئی جی نہیں بنایا گیا بلکہ چوہدری سردار کو I.G. بنا کر اس کے استحقاق کی خلاف ورزی کی گئی۔ جاپان کا دورہ منسوخ کر دیا گیا کہ المناک حادثہ ہوا ہے۔ ملک بدامنی کا شکار ہو گیا ہے لیکن اس ملک کا وزیراعظم تین دن کے جاپان کے دورے پر نہیں گیا لیکن آٹھ روز تک کاغان میں چھٹیاں گزارتا رہا۔ یعنی عجیب تضاد ہے سندھ کے دورے پر تھے وہاں اڑھائی بجے اطلاع ملی کہ جنرل فضل حق کو قتل کر دیا گیا سندھ کا دورہ مختصر ہوا کھانا وہیں چھوڑا فوراً جہاز میں بیٹھے لاہور پہنچ گئے یہ ذمہ داری کی بات ہے۔ ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا۔ کیونکہ فضل حق پارٹی کا لیڈر تھا۔ فضل حق سابق جرنیل تھا فضل حق سابق وزیراعلیٰ تھا فضل حق سابق گورنر تھا، فضل حق وزیراعظم کا ذاتی دوست تھا فضل حق ان کو اس منصب تک لے جانے والے تین چار افراد میں سے ایک تھا۔ فضل حق ذاتی دوست تھا۔ فضل حق نے ان کے لئے قربانی دی تھی۔ لہذا ایسا ہونا چاہیئے تھا کہ دوست کو دوست کے لئے، لیڈر کو اپنے دوسرے ساتھی کے لئے اپنی پارٹی کے دوسرے ورکر کے لئے۔ اسے دکھ ہونا چاہیئے تھا۔ لہذا اس سے کھانا نہیں کھایا گیا۔ اپنے دورے کو مختصر کیا۔ جہاز پر بیٹھے لاہور پہنچے۔ 3.30 پر ان کا طیارہ لاہور میں اترا ہے۔ اور 3.35 پر میں اسلام آباد سے جا رہا تھا، وہاں پر اترا اور قربان جایئے ایک ذمہ دار آدمی کو اپنے دوست کی لاش ابھی اٹھا کر اس کے گھر تک نہیں پہنچی۔ لیکن وزیراعظم ایئرپورٹ سے سیدھے جمخانہ گئے اور جمخانہ میں مغرب کی نماز تک مسلسل کرکٹ کھیلا گیا۔ غیر ذمہ داری کا اس سے بڑا مظاہرہ کوئی اور ہو سکتا ہے۔ محترمہ چیئرمین! ہلاکو اور چنگیز خان اس دنیا کے سفاک قاتل تھے لیکن جب ان کا ساتھی کبھی جنگ میں قتل ہو جاتا تھا تو وہ پورا پورا دن اپنے خیمہ سے باہر نہیں آتے تھے خیمے کے اندر بیٹھ کر سوگ مناتے تھے۔

محترمہ! ملک بے پناہ مسائل میں گھرا ہوا ہے۔ چاروں طرف خطرات ہیں۔ اندرونی طور پر عدم استحکام ہے۔ امن و امان موجود نہیں ہے۔ معاشی عدم استحکام ہے۔ غربت و افلاس ہے۔ بے روزگاری کا سیلاب ہے۔ ایسے وقت میں یہاں کا اقتدار کانٹوں کی سیج ہے پھولوں کا ہار نہیں اور یہاں پر اگر کوئی ذمہ دار آدمی بر سر اقتدار ہو تو اس کی عمر گھٹ جاتی ہے۔ اس کا چہرہ لٹک جاتا ہے۔ دنوں میں وہ بوڑھا ہو جاتا ہے لیکن اتنے مسائلستان میں ہمارے وزیر اعظم کے پاس اتنا وقت ہے کہ وہ ہفتے میں دو دن لاہور میں قیام کرتے ہیں ہر ہفتے ایک دن چار پانچ گھنٹے کرکٹ کھیلیں اور ملک کے حساس علاقوں کا ایک سال میں ایک دفعہ دورہ نہ کر سکیں۔ سندھ جلتا رہے۔ تباہ ہوتا رہے۔ معیشت بگڑ جائے۔ سیاست بگڑ جائے خون کی ندیاں بہہ جائیں۔ وہاں کے باشندے بھیڑیوں کے سپرد ہوں۔ قاتل، خونی، لٹیرے ان کی زندگیوں، عزتوں سے کھیلتے رہیں اور یہاں کرکٹ کی بانسری بجائی جاتی ہے۔

محترمہ چیئر مین! ہمیں ذمہ داریوں کی ضرورت ہے۔ کہے ہوئے لفظوں کی سچائی کی، ان کا پاس رکھنے کی ضرورت ہے۔ الیکشن سے پہلے چار وعدے کئے گئے۔ چار چیزوں کو اپنا نعرہ بنایا گیا۔ افغانستان۔ کہا گیا کہ تم نے ڈھاکہ دیا۔ ہم نے کابل لیا۔ کشمیر۔ نیوکلیئر مسئلہ اور امریکہ کی مخالفت یہ چار نعرے تھے۔ جنہوں نے الیکشن میں ہمیں کامیابی دلائی۔ یہ چار نعرے تھے اور ان چاروں کے ساتھ ایک ایک کر کے جو سلوک روا رکھا گیا ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ میں تفصیلی بات کرنا چاہتا ہوں۔ ان چاروں موضوعات پر الگ الگ۔ پھر نجکاری بھی میرا موضوع ہے۔ اور کچھ دوسری چیزیں بھی افغانستان کے بارے میں کچھ دوست جو یہاں بھی موجود ہیں۔ وہ بھی بڑے حساس ہیں اور ان کے بارے میں مجھے نہایت افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ ان کے بزرگوں کے اندازے غلط ہو گئے۔ اندازے کی غلطی ہو گئی۔ پاکستان بنانے کی مخالفت کی۔ اکھنڈ بھارت کے لئے کوشش کی۔ قائد اعظم

کامیاب رہے۔ وہ ناکام ہو گئے۔ ٹھیک ہے۔ سیاست تھی۔ اندازے کی غلطی تھی۔ اب جن لوگوں کو پاکستان تسلیم ہو گیا۔ انہوں نے پاکستان کے قیام کو حقیقت مان لیا۔ بے شک سیاسی طور پر وہ مخالف تھے۔ لیکن انہوں نے کہا ہم اسے تسلیم کرتے ہیں اور وہ وہاں پر بیٹھ گئے بلکہ وہاں سے 'انڈیا سے بھی منتقل ہو گئے پاکستان جن لوگوں نے پاکستان کو تسلیم نہیں کیا۔ پاکستان کو اپنا وطن نہیں مانا۔ وہ انڈیا منتقل ہو گئے لیکن یہ واحد ایک گروپ تھا۔ جس نے پاکستان کو نہیں مانا۔ اور بھارت منتقل بھی نہیں ہوا۔ اب یہ نہایت ستم ظریفی ہے کہ ہمیشہ وہ پاکستان کے موقف کو بھارت کی عینک سے دیکھتے ہیں۔ کالا باغ ڈیم کی ابھی بات آئی۔ یہ صوبوں کے تنازع کا مسئلہ نہیں ہے۔ ہمیں بھی اس کا اتنا مطالبہ نہیں ہے کہ یہ ضرور ہی بنے۔ ہمارا پرابلم ہے انرجی۔ انرجی کا بحران ہے۔ اس کے لئے اور بھی کوئی طریقے نکالے جا سکتے ہیں لیکن یہ صوبوں میں متنازعہ نہیں ہے۔ کچھ لوگوں کی بدنیتی نے بھی اسے پیدا کیا ہے۔ تو چاہیئے یہ تھا۔

(مداخلت)

جناب شہزاد گل: یہ ایسے مسائل اٹھا رہے ہیں جن کا جواب دینا ضروری ہے۔ اور پھر آپ ہمیں بولنے کی اجازت نہیں دیں گی۔

(مداخلت)

میڈم ڈپٹی چیئرمین: شہزاد گل صاحب میں نے آپ کو بولنے کی اجازت نہیں دی۔ آپ اس طرح نہیں بول سکتے۔ آپ تشریف رکھیں۔

جناب محمد طارق چوہدری: محترمہ چیئرمین۔ میں آپ کی وساطت سے اپنے دوستوں کو یہ پیغام دینا چاہتا ہوں کہ میرا یہ طریقہ ہے کہ میں کسی کی تقریر کو انٹرپٹ نہیں کرتا ہوں اور ہر خوشگوار اور ناخوشگوار بات سنتا ہوں۔ ان کے منہ میں زبان ہے یہ بات کر سکتے

ہیں تو ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں۔ میں ان ہی کی کہی ہوئی باتوں کا مختصر جواب دے رہا ہوں یہ ایک بات کہیں گے۔ میں ان کی تہیس کھول دوں گا یہ کیا سمجھتے ہیں۔ جناب ان کو تاریخ پر بہت زیادہ عبور حاصل نہیں ہے۔ لہذا میں درخواست کروں گا کہ وہ اپنی باری کا انتظار کریں۔ اور ان کو اس ایوان میں بار بار موقع ملتا رہے گا۔ لیکن اگر درمیان میں اس طرح بات آئے گی تو پھر آئندہ کے لئے اسے پر سکون طریقے سے چلانا بڑا مشکل ہو جائے گا۔ تو جناب میں بات کر رہا تھا کہ اندازہ غلط ہو گیا۔ بھئی بس اندازہ غلط ہو گیا۔ رجوع کریں پاکستان میں بیٹھے ہیں اسے تسلیم کریں۔ اس کے مفادات کی بات کریں۔

(مداخلت)

جناب محمد طارق چوہدری: تو جناب بات یہ ہے کہ مفاد دیکھیں۔ کتنا خوشگوار ہے کہ روس آیا افغانستان میں۔ اس کی حمایت کی۔ اس کے ساتھی بن گئے اس کا ہراول دستہ بن گئے۔ جب روس کی پٹائی ہوئی تو کہہ دیا کہ ہم نہ کہتے تھے کہ نئی اقوام پیدا ہو گئی ہیں ہمارا موقف سچ ثابت ہو گیا۔ اب امریکہ کا ہراول دستہ بن گئے۔ بھئی ایک اقتدار پر بیٹھا ہے۔ وہ بھائی بھائی ہیں اس کو داؤد نے ہٹادیا اب داؤد بھائی بھائی ہے اس کو ترکئی نے قتل کر دیا۔ اب ترکئی بھائی بھائی ہیں۔ ترکئی کو ببرک لے بیٹھا۔ اب ببرک بھائی بھائی ہے ببرک کو حفیظ اللہ لے بیٹھا تو اب حفیظ اللہ بھائی بھائی ہے۔ یعنی یہ دلچسپ حقیقت ہے کہ قاتل اور مقتول دونوں ان کے بھائی بھائی ہیں کیا یہ واقعہ نہیں ہے تو جناب یہ کیا بات کرتے ہیں۔

(مداخلت)

میڈم ڈپٹی چیئرمین: اقبال حیدر صاحب آپ لوگوں کو بہت زیادہ ٹائم دیتی ہیں۔ Pleased, no cross talk. No point of order Iqbal Haider Sahib. Tariq chaudhry please carry on.

جناب محمد طارق چوہدری: جناب والا! بات یہ ہے کہ افغانستان کا مسئلہ حل ہونا چاہیئے لیکن اگر گاڑی کے آگے گھوڑا جوتا جائے گا تب۔ گھوڑے کے آگے گاڑی

جو تتنے سے یہ گاڑی آگے کو نہیں بڑھے گی وہیں کھڑی رہ جائے گی۔ افغانستان کے مسئلے کو حل کرنا ہمارے اپنے مفاد میں ہے میں یہ کہتا ہوں کہ اقوام متحدہ کا امن فارمولہ قابل عمل نہیں ہے اس میں یہ تجویز کیا گیا ہے کہ افغانستان میں فائر بندی ہو۔ افغانستان میں لوئی جرگہ بنایا جائے اور تینوں گروپوں کے نمائندے بیٹھیں اس کے بعد ان کی مرضی سے ایک حکومت تشکیل دی جائے۔ وہ حکومت انتخاب کروائے اور جیتنے والے کو اقتدار منتقل کر دیا جائے۔ یہ اقوام متحدہ کی تجاویز ہیں لیکن یہ قابل عمل نہیں ہیں تجاریز یہی ہیں لیکن ان میں تھوڑا سا ردو بدل کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ فائر بندی نہیں ہو سکتی جنگ بندی ممکن ہی نہیں ہے فوری طور پر ان تینوں متحارف گروپوں کا ایک جگہ بیٹھنا بھی ممکن نہیں ہے اگر آپ مسئلہ اس طرح حل کرنا چاہتے ہیں کہ مجاہدین کو بھی اسلحہ دیتے رہیں اور حفیظ اللہ کو بھی اسلحہ دیتے رہیں یعنی ان کے درمیان symmetry ہوتی تو افغانستان میں جتنا اس وقت جنگ میں کچھ شدت کم ہوئی ہے یہ شدت کم نہ ہوتی اس پر negative symmetry کو اختیار کیا گیا یہاں بھی symmetry کو اختیار کرنا ہو گا کیوں کہ مجاہدین حفیظ اللہ کے ساتھ کبھی نہیں بیٹھیں گے۔ مجاہدین ظاہر شاہ کے ساتھ کبھی نہیں بیٹھیں گے۔ یہ تینوں ایک دوسرے کے ساتھ کبھی نہیں بیٹھیں گے۔ اب آپ دیکھیں آپ کہتے ہیں کے لوئی جرگہ کون بنائے گا یعنی یہ practical نہیں ہے کہ پچاس لاکھ لوگ تو باہر چلے گئے یہ کہتے ہیں۔ یعنی وہاں پر یہ حقیقت کو تسلیم کرنا ہو گا فلاں کے پاس طاقت ہے اور فلاں کے نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں جناب بارہ برس میں زمانہ بدل گیا ہے طاقت کی نئی حقیقتیں اور نئے جزیرے پیدا ہو گئے ہیں وہ لوگ خواہ ان کی تعداد کتنی بھی کیوں نہ ہو جنہوں نے بارہ برس تک مسلح مذاحمت کی ہے، جنہوں نے اپنے ۱۵ لاکھ آدمی میدان جنگ میں کٹوائے ہیں، جن کے پاس بے پناہ اسلحہ ہے، ۱۵ لاکھ انسان شہید کروائے ہیں۔ جن کے ۵۰ لاکھ لوگوں نے اپنا وطن چھوڑا ہے وہ ایک حقیقت ہے ٹھوس حقیقت جن کو میں اور آپ صرف لفظوں کے ساتھ نہیں بدل سکتے یہ بہت بڑی حقیقت ہے وہ روبل کی تھیلیوں کے ساتھ صرف کو نسچن نہیں کرتے۔ ان کی جو توپیں وہ دھانے سے شعلے اگلتی ہیں وہ حقیقت ہیں اس حقیقت کو ماننا

پڑے گالہذااس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے میں سمجھتا ہوں کہ اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ تینوں گروپوں کے ساتھ الگ الگ مذاکرات کئے جائیں نمبر ایک نجیب کو اقتدار سے ہٹایا جائے نمبر دو اس کی جگہ ایسی حکومت بنائی جائے جو ان تینوں گروپوں کے لئے قابل قبول ہو لیکن ان تینوں گروپوں کی نہیں ہو نجیب ہٹے۔ عبوری حکومت بنے۔ عبوری حکومت بننے کے بعد فائر بندی ہو جنگ بندی ہو۔ جنگ بندی.....

(مداخلت)

میڈم ڈپٹی چیئرمین: شہزاد گل صاحب جب آپ تقریر کر رہے تھے چاہے کسی کو پسند تھی یا ناپسند سب سن رہے تھے آپ بھی ذرا اپنے اندر سننے کی برداشت پیدا کریں شکریہ، جی طارق صاحب۔

جناب محمد طارق چوہدری: شکریہ محترمہ چیئرمین صاحبہ! میں جواب دینے والا تھا آپ خود ہی جواب دے چکی ہیں تو میں یہ بات کر رہا تھا کہ نجیب کو ہٹایا جائے وہاں پر عبوری حکومت قائم ہو جو ان تینوں گروپوں سے متعلق نہ ہو، پھر فائر بندی ہو، عبوری حکومت انتخاب کروائے اور انتخابات جیتنے والے کو اقتدار منتقل کر دیا جائے تو اس کے بارے میں میرا یہ نقطہ نظر ہے۔

اس کے بعد کشمیر آجاتا ہے قائداعظم نے کہا کہ کشمیر پاکستان کی شہ رگ ہے اور فی الواقع کشمیر ہمارا حصہ ہے اور یہی بات میں کہتا ہوں کہ خدا کے لئے اب پچاس برس ہونے کو آئے ہیں اب پاکستان میں اپنے آپ کو۔ اور پاکستان کو ایک حقیقت کے طور پر تسلیم کریں اور پاکستان کے مفاد کی بات کریں لیکن "صمٌ بکمٌ عمیٌ فہم لا یرجعون" یہ قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ جس کے کانوں پر آنکھوں پر دل پر اللہ نے مہر لگا دی ہے وہ کبھی بدل سکتے وہ کبھی پلٹ کر نہیں آئیں گے۔ پتھر کے دل ہیں بھارت کا روبل ختم ہو گیا لیکن یہ کہاں سے ختم ہو گا اپنی زیادہ تو بولو زبان دوسرے کی۔

انہی کی مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میرے ہے بات ان کی

انہی کی محفل سنوارتا ہوں چراغ میرا ہے رات ان کی

تو محترمہ کشمیر کے بارے میں ایک ذمہ دارانہ رویہ اپنانے کی ضرورت ہے کشمیر کا مسئلہ کس طرح حل ہو گا کشمیر کا مسئلہ حل ہو گا اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق اور شملہ معاہدہ کو بھی پیش نظر رکھنا ہے۔ اقوام متحدہ کی قراردادیں شملہ معاہدے کا پر امن حل ہیں اور ان قراردادوں کے مطابق' ان قراردادوں کے مطابق کشمیریوں کو کشمیر کے رہنے والوں کو اسی اصول کے مطابق جس اصول کے مطابق یہاں پر ریفرنڈم ہوا تھا۔ اس اصول کے مطابق ان کو فیصلہ کرنا ہے کہ وہ بھارت کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں یا پاکستان میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔

(مداخلت)

جناب محمد طارق چوہدری: یہاں پر کچھ لوگ آج تک زخم چاٹ رہے ہیں تو جناب اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق ہمیں فیصلہ کرنا ہے۔

(مداخلت)

میڈم ڈپٹی چیئرمین: ڈاکٹر ریحان صاحب آپ نے بھی تقریر کی تھی کسی نے کوئی ڈسٹربینس کی تھی۔

ڈاکٹر محمد ریحان: اتنا ڈبل سٹینڈرڈ نہ چلائیں باقی خیر ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: ڈاکٹر ریحان صاحب آپ کی باتیں بھی تو کئی لوگوں کو ناپسند تھیں لیکن سب نے سنی ہیں شہزاد گل صاحب آپ کی باتیں بھی لوگوں نے سنی بہت سے ایگری تھے بہت سے ایگری نہیں تھے لیکن برداشت ہوتی ہے سننے کی یہی پارلیمنٹ کے آداب ہیں۔ جی چوہدری صاحب۔

جناب محمد طارق چوہدری: میں آپ کا شکر گزار ہوں سننے کی برداشت اور حقیقت کو تسلیم کرنے کا حوصلہ اگر ہوتا تو اب تک انہوں نے قائد اعظم کو معاف کر دیا ہوتا۔ اب تک پاکستان کی جان چھوڑ دی ہوتی اب تک ہمارے گلے میں نہ لٹک گئے ہوتے برداشت کا حوصلہ ہی تو نہیں ہے ہم نے ان کی چار تقریریں سنی۔

(مداخلت)

میڈم ڈپٹی چیئرمین: بڑے افسوس کی بات ہے طارق صاحب۔ آپ جاری رکھیں۔

جناب محمد طارق چوہدری: ہم نے اس ایوان میں بیٹھ کر پاکستان کے خلاف چار تقریریں سنی ہیں یہ ایک تقریر پاکستان کے حق میں نہیں سن سکتے۔ تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ کشمیر کا مسئلہ اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق حل ہوگا اور وہ یہ ہے کہ کشمیر میں ووٹ ڈالیں اور کشمیری انڈیا یا پاکستان، جس کے حق میں فیصلہ دے دیں اس کے ساتھ ان کا الحاق ہو جائے۔ تیسری آپشن کی بات کرنا پاکستان کو توڑنے کے مترادف ہے۔ یہ غداری کے مترادف ہے، یہ سوچ سمجھ کر کی جائے یا نا سمجھی میں زبان سے نکل جائے۔ اور مجھے افسوس ہے کہ پاکستان کے وزیر اعظم کی زبان اس معاملے میں بھی تین بار پھسل چکی ہے۔ ان کو سنبھلنا چاہیئے۔

اگلا مسئلہ نیوکلیئر کا ہے۔ ۱۹۷۴ء میں بھارت کے دھماکے کے بعد جب پاکستان کا مشرقی بازو کٹ چکا تھا اور پاکستان ایک شکست خوردہ قوم کی طرح پریشان حال تھا۔ اس وقت ۱۹۷۴ء میں پاکستان کو مزید برباد کرنے کے لئے خوف زدہ کرنے کے لئے بھارت نے ایٹمی دھماکہ کیا۔ اس کے جواب میں پاکستان نے اپنا نیوکلیئر پروگرام شروع کیا اس وقت کے وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو صاحب نے پاکستان کو ایٹمی ملک بنانے کا فیصلہ کیا۔ اس وقت سے لے کر آج تک سب حکومتیں اس پروگرام کو اپنے لاڈلے بچے کی طرح عزیز رکھتی

ہیں۔ بھٹو نے ڈاکٹر قدیر سے کہا ”مجھے نہیں معلوم ہے کہ آپ کو کیا چاہیئے۔ یہ فنانس سیکریٹری ہے یہ فارن سیکریٹری ہے یہ فوج کا جرنیل ہے اور یہ سب کچھ تمہارے حوالے ہے تمہیں میری طرف پلٹ کر نہیں آنا پڑے گا جو تمہارا مطالبہ ہو گا یہ کھڑے پیر اس کو پورا کریں گے لیکن مجھے آئیٹم بم چاہیئے۔ تمہیں جو چاہیئے بغیر تاخیر کے ملے گا“ اس نے اس کی شرط مان لی اور کام شروع ہو گیا۔ ذوالفقار علی بھٹو دنیا میں نہ رہے اقتدار میں نہ رہے لیکن اس کے بعد بھی اس پروگرام کو ضیاءالحق شہید نے جاری رکھا اور ضیاء الحق نے ڈاکٹر قدیر سے کہا۔ ”ڈاکٹر صاحب میں اس ملک کا چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اور صدر ہوں۔ لوگ میری عزت اور احترام کرتے ہیں اس دن تک جب میں اقتدار میں ہوں۔ اگر میں اقتدار میں نہ رہا تو یہی لوگ منہ پھیر کر میرے پاس سے گزر جائیں گے لیکن ڈاکٹر صاحب آپ نے وہ کام کیا ہے کہ مجھ سمیت پاکستان کا غریب اور دور کٹیا میں رہنے والا بچہ اور پھر اس کی اولاد اور اس کی اولاد صدا آپ کا احترام کرے گی آپ سے محبت کرے گی آپ نے اس ملک کو ایسا تحفظ فراہم کیا ہے ایسا حصار فراہم کیا ہے جس کے احسان سے ہم کبھی نہیں نکل سکتے“ یہ ایک سربراہ مملکت کا ایک چھوٹی سی لیبارٹری کے انچارج کے بارے میں اظہار خیال ہے اور اس پروگرام کو ہر صورت میں جاری رکھا گیا۔ سب نے جاری رکھا اور غلام اسحاق خان تو اس کے ساتھ اس وقت سے منسلک ہیں جس دن سے اس کی پہلی انیٹ رکھی گئی تھی اور آج تک اس کے ساتھ منسلک ہیں اور آج تک اس کا تحفظ کر رہے ہیں لیکن جس دن اس کی خشت اول رکھی گئی تھی اس دن سے تین طاقتوں کی آنکھ میں پاکستان کا یہ پروگرام کانٹے کی طرح کھٹک رہا تھا ایک بھارت دوسرا اسرائیل اور تیسرا یہودیوں اور عیسائیوں کے influence میں ملک دنیا کی ایک بڑی طاقت امریکہ۔ ان تینوں کی آنکھوں میں کھٹک رہا تھا۔ اور آج تک کھٹک رہا ہے اب تو یہ ہوا ہے پاسبان مل گئے کعبے کو صنم خانے سے۔

اب تو صنم خانے سے پاسبان مل گئے ہیں۔ بات یہ تھی کہ ۱۹ تاریخ کا رقص ہم اس لئے کر رہے ہیں کہ وینا حیات کے ساتھ زیادتی ہوئی الیکشن میں دھاندلی ہوئی لیکن ہم امریکی نائب وزیر خارجہ کے دورے کو نظر انداز نہیں کر سکتے امریکی نائب وزیر خارجہ کے دورے کے بعد یہ سب کچھ شروع ہوا ہے۔ محترمہ! صدر مملکت نے اپنے خطاب میں اس کی طرف واضع اشارہ کیا ہے اور ڈاکٹر ریحان صاحب وہ حصہ ابھی آپ کے سامنے پڑھ کر سنایا وہی جن تھا جس نے [* * * *] کو اشارہ کیا تھا کہ بیٹی کا روپ دھار کر جاؤ۔

<u>سیّد اقبال حیدر:</u> پوائنٹ آف آرڈر ایک مظلوم محترم خاتون کو +[* * * *] کہنا اور اس کی بے عزتی کرنے کا حق کسی کو نہیں پہنچتا اس سے پہلے بھی میرے عدم موجودگی میں بھی۔

<u>میڈم ڈپٹی چیئرمین:</u> اس کو حذف کر دیا ہے۔

<u>سیّد اقبال حیدر:</u> اس سے پہلے بھی میری عدم موجودگی میں ان کو حذف کروائیں۔ یہ بد تہذیبی کی زبان ہے۔ انتہائی غلیظ زبان ہے ایک مظلوم کے ساتھ ہمدردی کی بجائے۔۔

<u>میڈم ڈپٹی چیئرمین:</u> اقبال حیدر صاحب تشریف رکھیں۔ سپیکر آف کر دیں۔

<u>اخوانزادہ بہرہ ور سعید:</u> کوئی کسی کے جائز کردار کا ذکر کرے یہ کوئی زیادتی نہیں ہے وہ ایسا کردار کیوں رکھتی ہے۔

<u>میڈم ڈپٹی چیئرمین:</u> تشریف رکھیں۔

<u>سیّد اقبال حیدر:</u> صدر کے داماد کا کیا کردار ہے اور اس مظلوم خاتون کا کیا کردار ہے انشاءاللہ تاریخ میں ثابت ہو گا کہ صدر کا داماد ملزم ہے یا وہ مظلوم لڑکی ملزم ہے۔

<u>میڈم ڈپٹی چیئرمین:</u> اقبال حیدر صاحب تشریف رکھیں۔

<u>سیّد اقبال حیدر:</u> محترمہ انتہائی نازیبا الفاظ استعمال کیئے ہیں جو کہ نا قابل برداشت ہیں۔

+This word was expunged by the order of the Chairman.

میڈم ڈپٹی چیئر مین: اقبال حیدر صاحب بڑے افسوس کی بات ہے میں بولتی جا رہی ہوں اور آپ بھی بولتے جا رہے ہیں یہ آپ لوگوں کا رویہ ہے جتنی آپ لوگوں کے ساتھ نرمی کی جائے......

سیّد اقبال حیدر: اس کے لئے میں نے پہلے کہا عورت کے لئے کوئی ایسے الفاظ استعمال نہیں ہوں گے۔

میڈم ڈپٹی چیئر مین: تشریف رکھیں۔ طارق صاحب لیڈیز کے لئے کوئی بھی غلط الفاظ استعمال نہ کئے جائیں۔ سارے expunge کر دیئے جائیں۔

جناب محمد طارق چوہدری: محترمہ میری آپ عرض سنیں مجھے نہایت افسوس ہے یہاں بیٹھے فاضل ممبر لفظوں کا مفہوم بھی نہیں سمجھتے میں نے ہرگز یہ بات واحیات کے لئے استعمال نہیں کی میں نے اس منہ بولی بیٹی کے لئے کہا ہے جو کٹنی بن کر ان کے گھر سے عزت کا پھر یرا لے کر نکلی تھی اب یہ شاید سمجھ گئے ہوں گے......

سیّد اقبال حیدر: محترمہ! جب ہاؤس میں میں تقریر کر رہا تھا یہ تمام تر تہذیبی ضابطوں کی خلاف ورزی کر رہے ہیں انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ کسی کے رہنما پر یہ کیچڑ اچھالنے کی کوشش کریں گے تو اس سے وہ اپنی بھی بے عزتی کر رہے ہیں کوّے کی کوکوں سے کوئی نہیں مرا کرتا یہ جتنی کیچڑ اچھالیں گے وہ ساری ان کے لباس پر آئے گی۔

(مداخلت)

میڈم ڈپٹی چیئر مین: اقبال حیدر صاحب۔ ابھی آپ معذرت کر رہے تھے اور پھر بولے جا رہے ہیں ان کا مائیک بند کر دیں۔

(مداخلت)

میڈم ڈپٹی چیئر مین: جب میں یہ بار بار کہہ رہی ہوں کہ۔ تو پھر آپ بھی بات ذرا سن لیا کریں ناں۔ مجھے آپ کے رویئے پر بھی بڑا افسوس ہے۔

[* * * * * * *]+

(مداخلت)

میڈم ڈپٹی چیئرمین: اقبال حیدر صاحب الفاظ آپ نے بھی ایسے استعمال کئے تھے اس پر بھی لوگ بول سکتے تھے۔ نہیں آپ نے بھی الفاظ ایسے استعمال کئے تھے۔ آپ کسی کو سٹاپ نہیں کر سکتے حذف کرادیئے ہیں۔

سیّد اقبال حیدر: اگر کسی کا کردار حسن اتفاق سے ہوئے یا اتفاق سے ان کے اوپر fit آئے تو میں کیا کروں۔ میں تو لوگ کہانی کا کردار دہرا رہا ہوں اور یہ کتنی لوگ کہانی کا کردار ہے یہ خود اسے اپنی طرف لے کر جا رہے ہیں۔ یہ پھر اس کا نام لے رہے ہیں یہ کیا ہے؟

میڈم ڈپٹی چیئرمین: انہوں نے اب کردار کی بات کی ہے آپ تشریف رکھیں، طارق صاحب جاری رکھیں جی۔

جناب محمد طارق چوہدری: تو جناب محترمہ! میرا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا کہ میں ان کو مشتعل کروں لیکن حیریت ہے کہ یہ مشتعل ہوئے بہرحال یہ ہیں ہی مشتعل۔ ان کا نام بدلنا چاہئے۔ تو میں ذکر کر رہا تھا نیوکلیئر پروگرام کا، تو نیوکلیئر پروگرام میں ہمارے وزیراعظم نے ایک ۵ ملکی قومی کانفرنس کی تجویز پیش کی ہے۔ اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارے سادہ لوح وزیراعظم اپنے ہی فارن آفس کے ان افسروں کے ٹریپ میں آگئے ہیں جو کام تو پاکستان میں کراتے ہیں لیکن وہ یہاں پر امریکہ کی طرف سے تعینات کئے گئے ہیں۔ وہ ہمیشہ انہی کی زبان بولتے ہیں اور انہی کی تجاویز کو آگے بڑھاتے ہیں۔ ۵ ملکی قومی کانفرنس میں وہ پانچ ملک کون سے ہیں ذرا غور فرمایئے، امریکہ ہے روس ہے چین ہے بھارت ہے اور پاکستان ہے کیا یہ پانچ قومی کانفرنس کے رہنما جب ایک جگہ پہ اکٹھے ہوں گے اور N.P.T پہ Sign کریں

+[بحکم ڈپٹی چیئرمین الفاظ حذف کر دیئے گئے]

گے تو کیا باقی چار ملکوں کے ایٹمی اسلحے بھی تباہ کر دیئے جائیں گے۔ کیا باقی چاروں قومیں بھی ایٹمی اسلحہ سے پاک ہو جائیں گی۔ ایسا نہیں ہے N.P.T. یہ Sign کرنے کے بعد جو ملک جس جگہ ہے اس کے اس status کو تسلیم کیا جائے گا۔ یعنی چین کا نیوکلیئر status ہے وہ جب N.P.T. پر sign کرے گا تو اس کے اوپر مزید ریسرچ اور دھماکوں کی پابندی نہیں لگے گی مزید ترقی کے لئے کوئی پابندی نہیں لگے گی مزید میزائل بنانے پہ کوئی پابندی نہیں لگے گی مزید ایٹمی اسلحہ بنانے پہ کوئی پابندی نہیں لگے گی۔ نہ امریکہ اور نہ ہی روس پہ لگے گی بھارت نے ایٹمی دھماکہ کر لیا ہے جب وہ sign کرے گا تو اس کا نیوکلیئر confirm status ہو گا۔ وہ نیوکلیئر status کے ساتھ دستخط کرے گا اور پاکستان ایک ایسے ملک کی حیثیت سے دستخط کرے گا جس کے پاس ایٹمی اسلحہ نہیں ہے نہ وہ ایٹمی اسلحہ بنا سکے گا نہ اپنی research کو مزید آگے بڑھا سکے گا نہ اپنا میزائل پروگرام جاری رکھ سکے گا اور تاقیامت وہ نیوکلیئر پاور نہ بن سکے گا یہ ٹریپ ہے۔ ہم نے تو شروع ہی نیوکلیئر پروگرام اس لئے کیا تھا کہ پاکستان روایتی اسلحے میں پاکستان اپنی جغرافیائی صورتحال میں، پاکستان اپنی آبادی کم ہونے کے سبب اور اپنے وسائل تھوڑے ہونے کے سبب، پاکستان کا معاشی base چھوٹا ہونے کی وجہ سے ہمیں ضرورت تھی نیوکلیئر کی، تاکہ ہم کسی بھی جارح ملک کے لئے ایک threat اپنے پاس رکھیں deterrent اپنے پاس رکھیں اس خطے میں امن قائم کرنے کے لئے ہمیں deterrent کی ضرورت ہے۔ محترمہ اس کی ایک مثال دیتا ہوں فرض کریں کہ ایک کمرے میں آپ میرے محترم دوست عالم علی لالیکا کو اور مجھے بند کر دیں ہم دونوں کی لڑائی ہو جائے جھگڑا ہو جائے تو کیا آپ تصور کر سکتے ہیں آپ یہاں بیٹھ کر تصور کر سکتے ہیں کہ جب دروازہ کھلے گا تو میرا کیا حال ہو گا۔ لیکن اگر عالم علی لالیکا کے ہاتھ میں بھی 38 بور کا پستول دے دیا جائے اور میرے ہاتھ میں بھی 38 بور کا پستول دے دیا جائے اور ہمیں تنہا چھوڑ دیا جائے اور ہماری

لڑائی ہو جائے تب پھر دونوں کے لئے نتیجہ برابر نکل سکتا ہے وجہ یہ ہے کہ میرے سامنے ٹارگٹ بڑا ہو گا۔ بڑا ٹارگٹ ہینتھچتا نشانے کے خطا ہونے کا کم امکان ہے۔ تو میں چونکہ چھوٹا ٹارگٹ ہوں اور زیادہ Mobile ہوں اس لئے میرے بچ نکلنے کا زیادہ امکان ہے۔ اس طرح یہ مثال پاکستان اور بھارت پر fit آتی ہے۔ کہ بھارت پاکستان کے اوپر ایٹمی ہتھیار سے حملہ آسانی سے نہیں کر سکتا لیکن اگر کرے تو ہم برابر کا جواب ان کو دے سکتے ہیں۔ میں کلدیپ نیرّ کو ڈاکٹر قدیر کا دیا ہوا جواب یہاں دہرانا چاہوں گا۔ کلدیپ نیرّ ڈاکٹر قدیر سے ملے اور باتیں ہو گئیں تو ڈاکٹر کلدیپ نے کہا کہ دیکھئے صاحب پاکستان کو تباہ کرنے کے لئے بھارت کو تین ایٹم بموں کی ضرورت ہے اور بھارت کو تباہ کرنے کے لئے پاکستان کو پانچ ایٹم بموں کی ضرورت ہے اور پھر تم جانتے ہو کہ تمہارے پاس بھی ہو گا تو پھر ہمارے پاس بھی ہو گا۔ تو اس نے کہا کہ دیکھیں ہمیں پانچ ایٹم بموں کی ضرورت، تمہیں تین بموں کی ضرورت، دونوں ملک تباہ ہو جائیں گے لیکن ایک بات یاد رکھنا کہ پاکستان اسلامی ملک ہے پاکستان کرۂ ارض سے مٹ گیا تو اس جیسے 39 پاکستان باقی بچیں گے۔ لیکن جس دن بھارت کرۂ ارض سے مٹ گیا تو اس دنیا میں قیامت تک کوئی ہندو باقی نہیں بچے گا۔ یہ ویسا ہی جواب ہے۔ جیسے ایک دیہات میں دو بڑے زمیندار اور چوہدری آپس میں لڑتے ہیں۔ اور ایک کا اکلوتا بیٹا ہے۔ جسے وہ ہمیشہ حویلی میں رکھتا ہے باہر نہیں نکلنے دیتا اور دوسرے کے سات بیٹے ہیں۔ تو وہ یہ کہتا ہے کہ اگر ایک کو قتل کرو گے تو چھ بیٹے میرے باقی ہیں جو تم سے بدلہ لینے کے لئے موجود رہیں گے اور اس ایک کے بعد اس کی نسل ختم ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اس ایک والے کے لئے زیادہ دھمکی ہے۔ سات والے کے لئے کم دھمکی ہے۔ تو یہ تھا نیوکلیئر برائے امن اور پاکستان کے پانچ ملکی قومی کانفرنس میں جانے سے پہلے ضروری ہے کہ پاکستان اپنا نیوکلیئر سٹیٹس کو کنفرم کرے۔ پاکستان ایٹمی دھماکہ کرے ایٹمی دھماکہ کرنے کے بعد جائے۔ اس

چیز کی ضمانت دے کہ ٹھیک ہے ہم مزید اس کا پھیلاؤ نہیں کریں گے۔ ہم کسی دوسرے ملک کو یہ ٹیکنالوجی منتقل نہیں کریں گے۔ لیکن ہم اپنی ریسرچ جاری رکھیں گے۔ ہم اپنا میزائل سسٹم بنائیں گے۔ ہم اپنا ایٹم بم بنائیں گے۔ اپنے تحفظ کے لئے بنائیں گے۔ یہ ہے نیوکلیئر پالیسی کے بارے میں حقیقی مؤقف۔

محترمہ میں اب نجکاری کا بھی تھوڑا سا ذکر کرنا چاہتا ہوں محترمہ چیئرمین! ایک دفعہ دو شخص پنڈی سے گاڑی میں کراچی تک سفر کرنے کے لئے بیٹھے۔ وقت گزاری کے لئے ایک دوسرے سے کہتا ہے کہ صاحب چلو کچھ بات چیت کریں کچھ گپ شپ ہو جائے۔ تا کہ وقت گزر جائے۔ اس نے پوچھا جی آپ کہاں کے رہنے والے ہیں اس نے کہا کہ میں گجرات کا رہنے والا ہوں۔ اس نے کہا۔ تم گجراتی ہو! او گجراتیے! وہاں تو بندے کیا، گھڑے بھی کچے ہوتے ہیں۔ اگر ان کو جوتا نہ ملے تو وہ تسمہ نکال لیتے ہیں۔ او تم تو سارے کے سارے چور ہو۔ او تم سوہنی کے دیس۔ او تم! خیر اس نے اس کی ٹکا کر مذمت کر ڈالی۔ اب وہ دوسرا کہتا ہے کہ صاحب آپ کہاں کے رہنے والے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ جی میں مدینہ کا۔ اب وہ گجراتیہ چپ۔ اس نے کہا بولو بھی۔ کہتا ہے۔ صاحب ایک میل ادھر آ جائیں تو پھر میں بتاؤں۔ تو نجکاری پر بھی میں کہنا تو چاہتا ہوں۔ مصیبت یہ ہے کہ دونوں سینیٹر ہیں۔ اگر یہ ایک میل ادھر آئیں تو پھر کچھ عرض کروں یہیں پر میں اپنی بات ختم کرتا ہوں۔

واخرو دعوانا ان الحمدلله رب العالمین۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: جناب سیّد مزمل شاہ صاحب۔

سیّد مزمل حسین شاہ: جناب میں نے سیکرٹری صاحب سے عرض کی تھی کہ میں انشاءاللہ سوموار کو عرض کروں گا۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: چونکہ زیادہ سپیکر نہیں رہے اس لئے کوشش کریں گے کہ اسے شاید آج ہی ختم کر دیا جائے۔ سیّد احسان شاہ صاحب۔

سیّد احسان شاہ: شکریہ جناب چیئرمین صاحب۔ میں آپ کا ممنون ہوں کہ آپ نے اس اہم موقع پر مجھے کچھ کہنے کی اجازت دی۔ موضوع بحث صدر پاکستان کی وہ تقریر ہے جو انہوں نے ۱۹ دسمبر کو مجلس شوریٰ کے اجلاس میں کی۔ اس میں جناب صدر نے پچیس نکات پر ایوان کی توجہ مبذول کرائی ہے۔ ان میں سے چند پر میں اپنی رائے کا اظہار کروں گا۔ سب سے پہلے جمہوریت۔

جناب اس ملک میں جمہوریت کی بات کی جاتی ہے۔ عرصہ دراز سے ہم سنتے آرہے ہیں کہ اس ملک میں جمہوریت ہے۔ جمہوری عمل ہو گا۔ یہ ہو گا۔ فلاں ہو گا لیکن ہم نے ہر دفعہ یہی دیکھا ہے کہ اس ملک میں جمہوریت کا گلا فوجی آمروں نے گھونٹا ہے۔ جناب جمہوریت صرف یہ نہیں ہے کہ ہم نے الیکشن کرائے۔ الیکشن کے بعد اسمبلیاں وجود میں آ گئیں۔ اور اس کے بعد نام نہاد اسمبلیاں بن گئیں جو صرف بطور ربڑ سٹیمپ کام آتی ہیں۔ جناب اس ملک میں ہر دفعہ یہی ہوا ہے کہ جمہوریت کا گلا کسی نہ کسی آمر نے گھونٹا ہے۔ جناب ہم جب جمہوریت کی بات کرتے ہیں تو اس میں ہمیں ایک بات ذہن میں رکھنی ہو گی کہ کیا ہم اپنے روزمرہ کے معاملات میں جمہوری انداز کو اپنا رہے ہیں کیا ہم اپنی ذات کی خاطر جمہوریت کو اپنا رہے ہیں۔ نہیں جناب والا۔ جب اس ملک میں فوجی حکمرانوں کی بات آتی ہے تو اس میں صرف فوجی حکمران شامل نہیں ہوتے۔ جناب! سیاستدان بیوروکریٹ اور فوجی تینوں نے مل کر اس ملک میں ہمیشہ جمہوریت کا گلا گھونٹا ہے۔ اور آج بھی یہی ہو رہا ہے۔ جمہوریت کی روح تو یہ ہے کہ مخالفت برائے مخالفت نہ کریں۔ مخالفت اس لئے کریں کہ اس میں قوم کے لئے اس ملک کے عوام کے لئے کوئی بہتری کی راہ نکل سکے۔ لیکن ہم نے ہمیشہ یہ دیکھا ہے کہ سیاست دانوں نے......

(مداخلت)

<u>میڈم ڈپٹی چیئرمین:</u> جناب عبداللہ شاہ صاحب۔

<u>سیّد عبداللہ شاہ:</u> کوئی بھی منسٹر ایوان میں موجود نہیں ہے۔

<u>میڈم ڈپٹی چیئرمین:</u> تین منسٹر بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہاں جی جاری رکھیں۔ سیّد احسان شاہ صاحب۔

<u>سیّد احسان شاہ:</u> جناب ہمیشہ فوجی حکمرانوں نے اس ملک کے اقتدار پر قبضہ کیا ہے اس میں سیاست دانوں کا عمل دخل تھا۔ اس میں اس وقت کے جمہوریت کے چمپیئن بننے والوں نے بھی جرنیلوں کو خط لکھے کہ خدا کے لئے آپ آئیں اس ملک کو بچائیں اور آج وہ جمہوریت کا راگ الاپ رہے ہیں۔ جناب ماضی کی غلطیوں سے ہمیں سبق سیکھنا چاہئے۔ ہمیں اس ملک میں کوئی ایسا عمل نہیں کرنا چاہئے۔ جس سے جمہوری اداروں اور جمہوریت کو نقصان پہنچے۔ ہمیں اس ملک کے بارہ کروڑ عوام کو یقین دلانا ہوگا کہ جن لوگوں کو آپ نے ووٹ دیا ہے وہ صحیح اقتدار کے مالک ہیں۔ اور وہ جو چاہیں گے اس ملک میں ہوگا۔ لیکن اکثر یہ دیکھا نہیں گیا۔۔ اکثر یہ ہوا کہ جن لوگوں کو ووٹ دیا گیا ان کو جیلوں میں ڈال کر جرنیلوں نے اس ملک پر حکومت کی۔ جناب اختلاف رائے، جمہوریت کا حق ہے مگر اختلاف برائے اختلاف سے اجتناب کرنا چاہئے۔ ۴۴ سال کے بعد جناب اس ملک میں ایک جمہوری عمل شروع ہو چکا ہے۔ اسے ہمیں قائم رکھنا ہوگا۔ اس کا تحفظ کرنا ہوگا۔ خدانخواستہ ہم سیاستدانوں کی کسی حرکت سے یہ نہ ہو کہ یہاں پر پھر فوجی حکمران اور مارشل لاء آجائے۔ جناب دوسرا مسئلہ، امور خارجہ ہے جس پر صدر صاحب نے اپنے خطاب میں دونوں ایوانوں کی توجہ مبذول کرائی ہے۔ جناب مسئلہ کشمیر۔ اس پر ہمیں تمام options کھول دینے چاہئیں۔ اس پر ہمیں صرف اقوام متحدہ کی قرارداد پر نہیں اڑے رہنا

چاہیئے کہ جب اقوام متحدہ نے فلاں قرار داد پاس کی تو اس کے مطابق اسے حل کریں گے۔ جناب ہمیں کشمیر کے عوام کو یہ حق دینا چاہیئے کہ وہ اپنا فیصلہ خود کریں ہمیں یا ہندوستان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ ہم ان پر اپنی مرضی کی حکومت یا اپنی مرضی تھوپیں ہمیں کھلے options رکھنے چاہئیں آج تنظیم آزادی فلسطین جیسی organization کہیں موجود نہیں ہے لیکن آخر وہ بھی مذاکرات کی میز پر آگئے لیکن ہم کہتے ہیں کہ نہیں جناب ہم اقوام متحدہ کی قرارداد کے تحت کشمیر کا مسئلہ حل کریں گے جو کہ ہمارے ۱۲ کروڑ عوام کے مفاد میں نہیں ہے اور جناب مسئلہ افغانستان کو لیجیئے افغانستان میں آج سے ۱۲ سال پہلے ہم نے ایک لاحاصل جنگ مول لی اس کا کیا نتیجہ نکلا سوائے تباہی کے، سوائے گھر برباد تباہ ہونے کے، سوائے مسلمانوں کے خراب ہونے کے اور کیا نتیجہ نکلا جناب، جب تک امریکہ کو آپ کی ضرورت تھی انہوں نے دبا کر آپ کو اسلحہ دیا امداد دی جب سویت یونین ٹوٹ گیا تو انہوں نے اپنی امداد بند کر دی آج آپ کشکول لیے بھیک مانگ رہے ہیں لیکن وہ آپ کو امداد نہیں دے رہے۔

(مداخلت)

سیّد احسان شاہ: جناب اس کے بعد ہمارے کچھ دوستوں کا خیال یہ تھا کہ افغانستان سے روسی ٹینکوں کے چلے جانے کے بعد افغان مسئلہ حل ہو گا۔ نجیب حکومت ختم ہو جائے گی لیکن آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ افغانستان سے روسی ٹینکوں کو گئے ہوئے تین سال ہو گئے روس خود ٹوٹا اس کے بعد افغانستان میں نجیب اللہ کی حکومت قائم ہے تو جناب اس کا مطلب یہ ہوا کہ نجیب کو وہاں کے عوام کی، وہاں کی فوج کی، وہاں کے لوگوں کی حمایت حاصل ہے جناب والا کیا ہم اپنے نام نہاد یہاں پر بٹھائے ہوئے افغانستان کے صدر کو، افغانستان کے وزیر اعظم کو ان کو افغانستان میں لے جا کر کرسیوں پر بٹھا دیں گے تو افغانستان کا مسئلہ حل

ہو جائے گا کبھی حل نہیں ہو گا جناب انہوں نے تین سال تک لڑائی کی تین سال تک ان کی مزاحمت کی کیا وہ چین سے بیٹھیں گے۔ وہ چین سے ہر گز نہیں بیٹھیں گے وہ ان کے خلاف مزاحمت کریں گے۔ نجیب کے آدمی ان کے خلاف بھرپور مزاحمت کریں گے کیوں کہ ان کو فوج کی اور عوام کی حمایت حاصل ہے اور جناب یہ ہمارے ملک کے مفاد میں کبھی نہیں ہو گا اور خاص کر روس کے ٹوٹنے کے بعد وہاں جو مسلم ریاستیں وجود میں آگئی ہیں ہم اگر ان کے ساتھ Trade کرنا چاہتے ہیں بزنس کرنا چاہتے ہیں تو ہمارا راستہ کون سا ہو گا کیا ہم ہوا میں اڑ کر جائیں گے ریلوے لائن کی ہمیں ضرورت نہیں ہو گی ہمیں روڈ کی ضرورت نہیں ہو گی اگر ہمیں روڈ کی ضررت ہو گی، اگر ہمیں ریلوے لائن کی ضرورت ہو گی تو یہ کہاں سے آئیں گے یہ افغانستان کے ذریعے آئیں گے۔ جناب اس وقت میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کے لئے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ افغانستان میں امن قائم ہو۔ افغانستان میں بھائی چارے کی فضاء قائم ہو۔ اگر افغانستان میں خانہ جنگی ہو گی اگر افغانستان میں ہمیں افغان جانے نہیں دیں گے تو کیا ہم اپنی مسلم ریاستوں کے ساتھ جو روس سے ٹوٹی ہیں ان کے ساتھ بزنس کر سکیں گے، نہیں کر سکیں گے کبھی نہیں کر سکیں گے جناب والا چار باغ مکران سے تقریباً ۲ سو کلو میٹر کے فاصلے پر ہے کیا وہ ایران سے ٹریڈ نہیں کریں گے کیا وہ ایران سے تجارتی معاہدہ نہیں کریں گے بالکل کریں گے جناب اس لاحاصل جنگ میں مجھے کوئی بتائے ہمیں کیا ملا۔ ہمیں کچھ نہیں ملا سوائے اس کے کہ ہم نے امریکہ کی سامراجی طاقتوں کی اور اپنے ایجنٹوں کی......

جناب ہم سے غلطی یہ ہوئی کہ ہم نے آج سے ۱۲ سال پہلے افغانستان میں ایک جنگ مول لی اور اس کا نتیجہ آج ہم بھگت رہے ہیں وہ جنگ ہم نے اس لئے مول لی تھی کہ روس قائم ہے روس وجود میں ہے روس اپنا اثر ورسوخ اس علاقے میں قائم کرنا چاہتا ہے لیکن آج

وہ ٹوٹ گیا ہے اس کے ٹوٹنے کے بعد بھی جناب ہم تباہی کی طرف جا رہے ہیں اس کے ٹوٹنے کے بعد بھی ہمارا زوال ہے۔

جناب والا! اب میں اس ملک میں جمہوریت کی طرف آتا ہوں کیا ایک جمہوری معاشرے میں ایک جمہوری عمل میں یہ چیز نہیں لائی گئی کہ ہمارے ملک کی ۵۰ فیصد آبادی عورتوں پر مشتمل ہے۔ کیا آپ نے عورتوں کو اس ملک میں حقوق دیئے ہیں شریعت بل لا کر آپ نے ان کی گواہی کو بھی آدھا کر ڈالا بلکہ کر ڈالیں گے تو جناب ایک طرف تو ہم عورتوں کی گواہی کو آدھا کر رہے ہیں دوسری طرف سے ہم اکیسویں صدی کے چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کا دعویٰ کر رہے ہیں یہ کیسا دعویٰ ہے ہمیں جناب یہ زیب نہیں دیتا کہ ایک طرف تو ہم اپنے ملک میں رہنے والے ۵۰ فیصد عوام کو گواہی کا حق نہیں دیتے دوسری طرف ہم کہتے ہیں کہ ہم اکیسویں صدی کے چیلنجوں کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ جناب عورتیں اس معاشرے میں وہی کردار ادا کر سکتی ہیں جو مرد کر سکتے ہیں پچھلے دنوں اخبار جہاں میں آپ نے دیکھا ہو گا کہ عورتیں جہاز اڑا رہی ہیں عورتیں پائلٹ بن گئیں ہیں تو کیا عورتیں جنگ نہیں لڑ سکتیں بقول میرے دوست کے محترمہ آپ سینیٹ کی ڈپٹی چیئرمین ہو سکتی ہیں تو کیا آپ جنگ نہیں لڑ سکتیں۔

جناب اس کے بعد صوبوں کی خود مختاری کے متعلق عرض کروں گا صدر صاحب نے صوبوں اور مرکز کے تعلقات پر روشنی ڈالی ہے جناب والا! اس میں عرض یہ ہے کہ جب تک ۱۹۴۰ء کی قرارداد پر عمل نہیں کیا جاتا اس ملک میں صوبوں کو خود مختاری یا قوموں کو خود مختاری نہیں مل سکتی بد قسمتی تو یہ ہے کہ زیڈ اے بھٹو کی حکومت کے چلے جانے کے بعد یہاں پر مارشل لاء نافذ ہوا۔ ہمیں خاص کر میرا تعلق تو ایک پسماندہ صوبے سے ہے بلوچستان سے ہمیں یہ امید تھی کہ صوبوں کو خود مختاری ملے گی صوبے کچھ آگے بڑھیں

گے ترقی کریں گے لیکن یہ نہیں ہو سکا اس کی وجہ یہ ہے کہ جنرل ضیاء الحق صاحب کی حکومت آگئی زیڈ اے بھٹو کے ۱۹۷۳ء کے آئین میں جو عمل ہونے تھے وہ رک گئے دس سال تک اس عمل کو روکا گیا concurrent list کہاں گئی جناب مارشل لاء کی نذر ہو گئی اور جناب والا! اگر جمہوری ادارے قائم رہتے جمہوریت قائم رہتی تو آج میں سمجھتا ہوں صوبے بااختیار ہوتے اگر ۱۹۷۳ء کے آئین کو مانا جاتا۔۔۔ جناب اس ملک میں بد قسمتی یہ ہے کہ یہاں جو اقتدار میں آتا ہے Power جس کے پاس ہوتی ہے وہ سیاہ و سفید کا مالک ہوتا ہے اس کو کوئی پوچھنے والا نہیں ہے اس کو کوئی کہنے والا نہیں ہے کہ جناب آپ کیا کر رہے ہیں۔ احتساب کا عمل اس ملک میں مستقل ہونا چاہئے اور میں اس بات کو خوش آمدید کہتا ہوں کہ ہمارے پرائم منسٹر صاحب نے خود اپنے آپ کو احتساب کے لئے پیش کیا۔ پرسوں یا کل رات میں نے ٹی وی پر نیوز میں یہ سنا کہ ان کے، خلاف سارے الزامات غلط ثابت ہوئے ہیں۔ اگر یہ الزامات واقعی غلط ثابت ہوئے ہیں تو پھر اپوزیشن کی گورنمنٹ آکر ان الزامات کو دوبارہ عائد نہ کرے اگر یہ الزامات صحیح ہیں تو اپوزیشن کو اس وقت بھی سٹینڈ لینا چاہئے۔ لیکن جناب یہاں یہی ہوتا آیا ہے ابھی تو آپ کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے جب آپ کی اپنی باری...... آتی ہے تو آپ کہتے ہیں کہ یہ سارا غلط ہے یہ سب جھوٹ ہے جناب پہلے میں نے جو گزارش کی۔ اختلافات برائے اختلافات اختلافات نہیں ہونے چاہئیں۔ اختلافات اس لئے ہونے چاہئیں کہ ہم اس ملک کے عوام کو کچھ دے سکیں یہ جمہوریت کی روح سے اس لئے نہیں ہونے چاہئیں کہ ہم اقتدار میں آئیں اس لئے نہیں ہونے چاہئیں کہ عوام میں بدگمانیاں لائیں۔ جناب ملک کی مجموعی صورتحال پر میں اتنا کہوں گا کہ اس وقت بدامن ترین صوبہ سندھ ہے جس کے بارے میں ہمارے پارلیمانی لیڈر جناب اعجاز جتوئی صاحب نے فرمایا۔ وہاں واہ فیکٹری کی بنی ہوئی گولیاں استعمال ہو رہی ہیں۔ واہ فیکٹری

کا بنا ہوا اسلحہ استعمال ہو رہا ہے۔ میں نے تو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھے جب ایک معزز رکن یہ بات کہتا ہے تو ماننا پڑتا ہے۔ جناب سندھ کا مسئلہ یہ ہے کہ سندھ کے دیہاتی اور شہری علاقوں کو تقسیم کیا گیا۔ کوٹہ سسٹم رائج کیا گیا اس میں ساری غلطیاں برائیاں پیدا ہو گئی ہیں یہ اب سے نہیں یہ پچھلے ۴۰ سال کی مسلسل پیداوار ہے جو ہمیں دکھائی جا رہی ہیں جناب! سندھ کا مسئلہ یہ ہے اور سندھ کے مسئلے کا حل یہ ہے کہ وہاں پر سب سیاسی پارٹیوں کو خواہ وہ جئے سندھ ہو پیپلز پارٹی ہو، تحریک استقلال ہو، یا کوئی بھی پارٹی وہاں وجود رکھتی ہو اس کو ایک میز پر بٹھا کر ان کی رائے لے کر اس پالیسی پر عمل کرنا چاہئے۔ یہ پالیسی نہیں ہونی چاہئے کہ ہم نے اسلام آباد سے یہ پالیسی بھیجی ہے وزیر اعلیٰ صاحب آپ نے ہر حال میں اس پر عمل کرانا ہے۔ اس سے سندھ کا مسئلہ حل نہیں ہو گا اس سے ہم مملکت کو اس ملک کو استحکام نہیں دے سکیں گے۔ جناب حقیقت ہمیں ماننی چاہئے وہ جئے سندھ ہو، وہ ایم کیو ایم ہو، وہ پیپلز پارٹی ہو، وہ کوئی بھی پارٹی ہو ان سب کو آپ نے ایک میز لانا ہو گا تب سندھ کے مسئلے کا حل نکل سکتا ہے۔

جناب ایٹمی ری ایکٹر پر میں کچھ گزارش کروں گا جس کی وجہ سے ہماری ایڈ بند ہے جس کی وجہ سے ہم سزائیں بھگت رہے ہیں۔ جناب ہمارے پاس اتنے انڈے نہیں ہیں جتنے (Russia) کے پاس ایٹم بم ہیں کیا (Russia) کو وہ ٹوٹنے سے بچا سکے نہیں بچا سکے (Russia) ٹوٹ گیا۔ (Russia) ٹکڑوں میں بٹ گیا کیا ہم ایٹم بم بنا کر پاکستان کو بچا سکیں گے۔ کیا ہم ایٹم بم بنا کر انڈیا کو تباہ کر سکیں گے اگر نہیں کر سکیں گے تو ہمیں یہ جھگڑا مول لینے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم کیوں جائیں جبکہ دنیا اس وقت آرمی ٹینکوں، جنگی جہاز اور دیگر اسلحہ کو تباہ کر رہی ہے اور ہم ان کو بنانے کی طرف جا رہے ہیں کیوں جا رہے ہیں۔ ابھی آپ دیکھیں ہم نے اس بجٹ میں زیادہ روپیہ فوج پر صرف کیا ہے اگر انڈیا کے ساتھ ہمارے تعلقات

ٹھیک ہو جائیں اگر انڈیا کے ساتھ ہمارے تعلقات بہتر ہو جائیں تو ہمیں کس سے ڈر ہے۔ افغانستان ہمیں مارے گا کبھی نہیں ہو سکتا کیا ایران سے ہمیں خطرہ ہے ممکن نہیں ہے اگر ہمیں ڈر ہے تو انڈیا سے ہے اور آج وہ دور ختم ہو گیا خدانخواستہ انڈیا اپنا ترنگا جھنڈا اسلام آباد پر لہرائے گا یا ہم اپنا سبز ہلالی دھلی پر لہرائیں گے وہ کھیل اس دنیا میں ختم ہو گیا۔ اب آپ نے دیکھا کہ کویت جیسے چھوٹے علاقے پر عراق نے قبضہ کیا اور اس کا حال کیا ہوا۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اپنی فوج میں یا اپنی دفاعی ضروریات میں کمی کرنی ہوگی بشرطیکہ انڈیا کے ساتھ ہمارے تعلقات اچھے ہوں۔ انڈیا کے ساتھ ہماے تعلقات کیوں اچھے نہیں ہیں مسئلہ کشمیر کی وجہ سے۔ کشمیر کے مسئلے کو حل کرنے کے لئے ہم کیوں نہیں آگے بڑھتے ہم دوسرے آپشن کیوں نہیں کھولتے ہم کیوں اس مسئلے کا حل نہیں ڈھونڈتے اس لئے کہ یہاں پر جو بھی حکمران آتا ہے جس طرح اس ملک میں گیارہ سال تک اسلامی نظام کو نعرہ بنا کر حکومت کی گئی۔ اب مسئلہ کشمیر کو اسی طرح سے Issue بنا کر حکومت کی جا رہی ہے ہمیں Options کھول دینے چاہیں۔ پی ایل او جب آپشن کھول سکتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم اتنی بڑی فوجی طاقت نہیں ہیں کہ ہم نہ کھول سکیں کوریلا وار ہم اتنی نہیں کر سکتے جتنی کہ پی ایل او نے کی۔ جناب! اس وقت ملکی معیشت یا وسط ایشیاء کے مسلم ممالک کے ساتھ Trade کا تعلق ہے وہ افغانستان کا ہی Route ہو سکتا ہے۔ پہلے بھی میں عرض کر چکا ہوں ار اب بھی میں ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ جناب ہمیں افغان مسئلے کا حل کرنا چاہئے۔

جناب چونکہ میرا تعلق بلوچستان سے ہے اس لئے اب میں اپنے صوبے سے متعلق کچھ عرض کرتا چلوں۔ جناب یہ بھی اس حصے میں ہے جو صدر نے صوبوں سے وفاق کے تعلقات کی بات کی ہے۔ پچھلی چار دہائی سے ہم سنتے چلے آرہے ہیں کہ بلوچستان میں پسماندگی ہے اور یہ پسماندہ ترین صوبہ ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ بلوچستان ملک کا

پسماندہ ترین صوبہ ہے مگر جناب سوال یہ ہے کہ وسائل سے مالامال صوبہ کیوں پسماندہ ہے پورے صوبے میں ایک شاہراہ نہیں ہے مکران ڈویژن جو پورے صوبے کا رقبہ کے لحاظ سے 25% بنتا ہے۔ اس میں آپ کوئی ایک شاہراہ دکھائیں جسے ہم کہہ سکیں کہ شاہراہ ہے۔ اس میں آپ مجھے 30 black top road دکھائیں جو عوام کے استعمال میں آتا ہو airports کو چھوڑ کر جو حکمرانوں کے اپنے استعمال کے لئے ہیں ان کو ایئرپورٹ آنا جانا ہوتا ہے اور بلوچستان کا 450 کلومیٹر لمبا ساحل، اس کی ترقی کے لئے آج تک کیا کیا گیا چالیس سال بعد گوادر پورٹ کے نام سے ہمیں ایک منی پورٹ دی جارہی ہے جس میں ایک ہزار ٹن کے ships لگ سکتے ہیں اور وہ بھی ابھی تک وقت مقرر کے مطابق مکمل نہیں ہے۔ کیا یہ بلوچستان کے ساتھ انصاف کیا جارہا ہے اور جناب میں آخر میں اپنے معزز دوست جنہوں نے تقریر میں فرمایا تھا کہ تقسیم سے پہلے بلوچستان دو حصوں میں بٹا ہوا تھا۔ جناب انہوں نے تاریخ کو کچھ عجیب انداز میں پیش کیا ہے۔ جناب پاکستان کے سب لوگ یہ جانتے ہیں کہ قلات ایک ریاست تھی اس کی اپنی اسمبلی تھی اور اپنے قواعد تھے۔ بلوچستان جو اس وقت ہمارے پاس موجود ہے وہ سب خان آپ قلات کی ملکیت تھی لیکن اس کے ایک حصے کو برٹش بلوچستان کہا جاتا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ خان صاحب نے وہ خطہ زمین برٹش گورنمنٹ کو (Lease) پر دیا تھا ایک لاکھ پچاس ہزار کلدار میں۔ جناب تاریخ اس بات کی گواہ ہے قلات ریاست کے متعلق جناب قائداعظم صاحب نے جو خان آف قلات کے وکیل تھے اور میں یہ بات بھی ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ ریاست قلات پاکستان سے کوئی گیارہ گھنٹے پہلے آزاد ہوئی۔ آج جو ہمارے دوست کہہ رہے ہیں کہ برٹش بلوچستان ہمارا علاقہ تھا فلاں تھا ہرگز ایسا نہیں ہے۔ جناب (Lease) کے ذریعے انگریز بلوچستان کے ایک ٹکڑے پر قابض تھا اور انگریز نے ہمارے پختون بھائیوں کو وہاں لاکر بسایا۔ لیکن اس وقت ہم اس بات کی ہرگز

مخالفت نہیں کرتے کہ وہ کیوں آئے اور کیوں بسے۔ اس وقت جو صدیوں سے لوگ ہمارے ساتھ رہ رہے ہیں۔

(اس مرحلہ پر اذان ظہر کی آوز آئی)

Madam Deputy Chairman: The House is adjourned to meet against at 10.00 a.m. on Sunday and that will be a Private Members Day.

[The House then adjourned to meet again at ten of the clock in the morning,on Sunday, the 15th of March, 1992].

PCPPI—494(96)Senate—29-1-2000—150.